ماہنامہ
طلوعِ اسلام
لاہور
قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر
مئی 2013ء

QUR'AN IN ITS OWN LIGHT

1. It is a code of life, and removes all doubts of all kinds (2:2).
2. Everything which was revealed to *Rasool-Allah* (peace be upon him) is in the *Qur'an* (6:19).
3. Muslims are ordered to obey this book and not to obey anything else (7:3).
4. *Rasool-Allah* (peace be upon him) was also ordered to follow this Book (10:109).
5. *Rasool-Allah* (peace be upon him) used to take decisions according to the *Qur'an* (5:48).
6. Those who do not decide their affairs according to the *Qur'an*, are the ones who are *K'afireen* (5:44).
7. The *Qur'an* contains the complete and final revelation and no one is authorised to make any change in it (6:34, 6:116).
8. The *Qur'an* confirms and preserves the earlier revelations (5:48).
9. There is nothing contradictory in it (4:82).
10. All the differences can be resolved only by following the guidance contained in this Book (42:10).
11. What-ever is revealed in it, has also been explained in it (75:19) – that is why it is called as an exposition of everything.
12. This has been done in varied ways, generally by repeating the verses *(Tasreef-al-Ay'at)* (60:106, 17:41).
13. *Rasool-Allah* (peace be upon him) used to explain/clear every disputed/doubtful thing with the help of The *Qur'an* (16:64).
14. The *Qur'an itself is light (5:15) and has been revealed so that*

mankind may lead their lives as guided by this light (6:123).

15. It ordains mankind to think, ponder and do research (47:24).
16. It is easy to get guidance/advice from the *Qur'an*. (54:16) but at the same time it is necessary that the one seeking guidance should keep his mind clear and un-prejudiced (56:79).
17. It is *shirk* to inter-mingle human thoughts/ideas, concepts or beliefs with the contents of the *Qur'an* (42:21).
18. When a person falls prey to personality cult, he turns a deaf ear, closes his eyes and turns away from the Qur'anic guidance (17:46, 39:45, 40:12) so whenever some one presents Qur'anic concept, they even attack him (22:72) and tell other people not to listen to these verses and create noise so that they may prevail (41:26) not only they them-selves keep away from the *Qur'an* but also keep other people away (6:26).
19. There is nothing in the world equivalent to the *Qur'an* (6:94).
20. People wanted *Rasool-Allah* (peace be upon him) to make some changes in the *Qur'an*, but *Allah* told him to say to those people that he could not bring about any changes in the *Qur'an* out of his own liking. Instead he always followed only what was revealed to him. (10:15).
21. The rise of Muslims was based on their adhereence to the injunction of the *Qur'an* (43:43) but when they turned away from its teachings, they fell into degradation. This would be the allegation which *Rasool-Allah* (peace be upon him) would levy against his people before *Allah* (25:30).
22. *Allah*, the Almighty, has taken upon Himself the responsibility of keeping it preserved in all aspects of safety (15:9).

☆☆☆

(اشاعت کے لئے محترم ڈاکٹر انعام الحق نے تعاون کیا ہے۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مجلّہ طلوعِ اسلام کا اجراء 1938ء میں علامہ اقبالؒ کے ایماء اور قائداعظمؒ کی خواہش پر عمل میں آیا

قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

ماہنامہ طلوعِ اسلام لاہور

بینک اکاؤنٹ نمبر 7-3082، نیشنل بینک آف پاکستان،
مین مارکیٹ گلبرگ برانچ کوڈ (0465) لاہور

مئی 2013ء | جلد 66 | شمارہ نمبر 5

مجلسِ ادارت

ڈاکٹر انعام الحق ڈاکٹر منظور الحق
خواجہ ازہر عباس عطاء الرحمٰن ارائیں

انتظامیہ

چیئرمین ڈاکٹر انعام الحق
ناشر عطاء الرحمٰن ارائیں

مدیر انتظامی

محمد سلیم اختر

قانونی مشیر

ملک محمد سلیم ایڈووکیٹ

قیمت فی پرچہ 30/- روپے
بدل اشتراک سالانہ 350/- روپے

بیرونِ ملک 2300 روپے
کینیڈا، امریکہ، آسٹریلیا 2500 روپے

25-B, Gulberg 2, Lahore-54660, Pakistan
Phone: 35714546 Fax: 35764484
Email: idara@toluislam.com
Web Site: http://www.toluislam.com/

ادارہ طلوعِ اسلام (رجسٹرڈ) کی مطبوعات سے حاصل شدہ جملہ آمدن قرآنی فکر عام کرنے پر صَرف ہوتی ہے۔

پرنٹرز: یمانی پرنٹرز، ریٹی گن روڈ، لاہور۔

Naveed Graphic 5.5x8 1c

فہرست

لمعات:	ادارہ	3
گرینڈ یونیفائڈ تھیوری	راجہ عبدالعزیز (دھیرکوٹ آزاد کشمیر)	6
مکالمۃ الصدرین	طاہر احمد القاسمی	17
لوح محفوظ	خواجہ ازہر عباس	34
محترم قدیر احمد خان.....مرحوم!	عبدالغفور محسن (کوئٹہ)	38
..... اور وہ بھی چل بسے	عبداللہ ثانی (پشاور)	40
نصاب تعلیم	محمد ارشد (لاہور)	41
قلم برداشتہ	صوبیدار میجر (ر) محمود الحسن	43

ENGLISH SECTION

Surah Nooh – Durus-al-Qur'an **By G. A. Parwez**
Parah 29: Chapter 12 **(Translated by: Dr. Mansoor Alam)** **46**

طلوعِ اسلام کا لٹریچر یہاں سے دستیاب ہے

نیچے درج کئے گئے کتب خانوں سے طلوع اسلام ٹرسٹ کی تمام کتب، دروس القرآن کی تمام جلدیں، اسلامی کتابیں اور لائبریری کے لئے تمام موضوعات پر ہمہ قسم کتب رعایتی نرخوں پر خریدنے کے لئے تشریف لائیں۔

1- کلاسک بک سیلرز، 42، دی مال (ریگل چوک)، لاہور۔ فون: 042-37312977، موبائل: 0300-4442226	
2- البلال بک ڈپو، اردو بازار، کراچی۔ موبائل: 0344-2502141	3- شہباز بک ایجنسی، اردو بازار، کراچی۔ فون: 021-32632664
4- مذہبی کتب خانہ، اردو بازار، کراچی۔ موبائل: 0331-2716587	5- شاہ زیب انٹر پرائزز، اردو بازار، کراچی۔ فون: 021-32214259
6- علمی کتاب گھر، اردو بازار، کراچی۔ فون: 021-32628939	7- مکتبہ دارالسلام، اردو بازار، کراچی۔ فون: 021-32212269
8- مکتبۂ دارالقرآن، اردو بازار، کراچی۔	9- محمد علی، کارخانہ اسلامی کتب، اردو بازار، کراچی۔ فون: 021-32631056
10- ایوانِ کتب، اردو بازار، لاہور، فون: 0321-8836932	

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ادارہ

لمعات

بزم ہائے طلوعِ اسلام ضلع سوات کے زیر اہتمام علی گرامہ کبل میں یوم پاکستان کے حوالہ سے 23 مارچ 2013ء کو ایک باوقار تقریب منعقد ہوئی جس میں بزم ہائے طلوع اِسلام سوات کے نمائندگان محترم کے علاوہ معززین علاقہ اور نوجوان طالب علموں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ اس تقریب میں مقررین نے دوقومی نظریہ کے حوالہ پر مغز گفتگو کی۔ آخر میں اِدارہ کے وائس چیئر مین جناب خورشید انور نے ایک مقالہ پڑھا جسے اس وقت کے حالات کی مناسبت سے لمعات کا حصہ بنایا جارہا ہے۔ اَب جبکہ انتخابات کی آمد آمد ہے اور ریٹرننگ افسران آئین کی شق 62 اور 63 کے تحت جس قسم کے سوالات پوچھ رہے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ سوال کرنے والوں کو نظریہ پاکستان کا خاطر خواہ علم ہے اور نہ ہی ہمارے انتخابی امیدواروں کو۔ پاکستان کیوں وجود میں آیا اور اب یہ جن حالات سے دوچار ہے اُس کا سدِباب کیوں کر ممکن ہے۔ ان سوالات کی اہمیت کا کسی کو بھی احساس نہیں ہے۔ اس شمارے میں ''مکالمۃ الصدرین'' کے عنوان سے علامہ شبیر احمد عثمانی اور علامہ حسین احمد مدنی صاحبان کے درمیان ہونے والی ایک نادر و کم یاب گفتگو بھی بلاتبصرہ شامل اشاعت کی جارہی ہے۔ اب آپ یومِ پاکستان کے حوالہ سے محترم خورشید انور صاحب کا مضمون ملاحظہ فرمائیے۔ (ادارہ)

یومِ پاکستان

یوں تو ہر دن اللہ ہی کا ہوتا ہے لیکن بعض دنوں میں اس قسم کے عظیم الشان انقلاب واقع ہوتے ہیں کہ قرآن کریم انہیں (ایام اللہ کہہ کر پکارتا ہیں۔ اسی طرح قوموں کی زندگی میں بعض دن ایسے ہوتے ہیں جن میں ان کا کاروان حیات ایک نیا موڑ مڑتا ہے۔ اور اس سے ان کی قسمت کا پانسہ پلٹ جاتا ہے۔ اس قسم کے دن قوموں کی زندگی میں یادگار بن جاتے ہیں اور تاریخ کے اوراق میں درخشندہ حروف میں لکھے جاتے ہیں۔ مسلمانانِ ہندو پاکستان کی حیات ملی میں کئی دن ایسے آئے ہیں جن کی یاد کو تاریخ اپنے آغوش میں محفوظ رکھے گی۔ ان میں سب سے پہلا یادگار دن 29 دسمبر 1930ء کا تھا جب الٰہ آباد کے مقام پر مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے اپنا وہ خطبہ صدارت ارزانی فرمایا جس نے فی الحقیقت اس قوم کے مستقبل کے دھارے کا رخ بدل دیا۔ اس سے پہلے مسلمانانِ ہند ایک راہ گم کردہ قافلے کی طرح پریشان و سرگرداں' ادھر ادھر مارے مارے پھرتے تھے۔ ان کے پاؤں اٹھتے تھے لیکن نہ سراغ راہ ان کے سامنے تھا نہ نشان منزل۔ اس تشتت و انتشار اور یاس و حزن کے عالم میں اس حکیم الامت نے جسے قرآنی بصیرت نے دیدۂ انجم عطا فرمایا تھا ان پراگندہ افراد کارواں کو پکارا اور نہایت حکمت و تدبر اور شفقت و محبت سے انہیں بتایا کہ ان کی

منزل مقصود کیا ہے اور اس تک پہنچنے کا صحیح راستہ کونسا۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام میں وہ قوت موجود ہے جو انسان کو اس کی تنگ نظری سے نجات دلا سکتی ہے جسے جغرافیائی حدود نے پیدا کر دیا ہے۔ اسلام اپنی تقدیر آپ ہے اس لئے دنیا کا کوئی حادثہ اسے تباہ نہیں کر سکتا۔ مسلمانوں کی قومیت کا مدار اسلام پر ہے نہ کہ قومیت پر۔ میں چاہتا ہوں کہ پنجاب۔ صوبہ سرحد۔ سندھ اور بلوچستان کو ایک دوسرے میں مدغم کر کے ایک مملکت بنا لیا جائے۔ خواہ یہ حکومت برطانیہ کے دائرہ کے اندر ہو یا آزادانہ طور پر۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ہندوستان کے شمال مغربی علاقہ میں مسلمانوں کی ایک مستحکم اور متحدہ مملکت کا قیام ان کے لئے مقدر ہو چکا ہے۔ اس سے ایک تو اندرونی طاقتوں میں توازن پیدا ہو کر ملک میں امن و امان قائم ہو جائے گا۔ اور دوسرا اسلام کو یہ موقع ملے گا کہ اس پر عربی ملوکیت سے جو غیر اسلامی اثرات غالب آ چکے ہیں ان سے مخلصی حاصل کر کے اپنے شرعی قوانین اور اپنی تعلیم اور اپنے کلچر کی تنظیم نو کر کے انہیں اپنی اصلی روح اور عصر حاضر کی ضروریات سے قریب تر لا سکے۔ بالفاظ دیگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا فرمودہ منشور پر عمل درآمد کر سکے۔

چونکہ ہر انقلابی آواز کی طرح یہ آواز بھی اپنے زمانے سے بہت آگے تھی اس لئے کسی نے سنجیدگی سے درخور اعتنا نہ سمجھا۔ لیکن زمانے کے تقاضے قوم کو کشاں کشاں اسی طرف لئے جا رہے تھے۔ انہی تقاضوں نے ان میں قائداعظمؒ جیسی شخصیت کو اُبھار دیا۔ انہوں نے سب سے پہلے قومیت کے اس جدید تصور کے ماتحت مسلمانان ہند کو ایک جداگانہ ملت کی حیثیت سے منظّم کیا اور اس کے بعد ان میں اس منزل کے شعور کو بیدار کیا جس کا نشان اقبالؒ نے 1930ء میں دیا تھا۔ چنانچہ چند ہی سال کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس قوم نے 23 مارچ 1940ء کو اسی حکیم الامت کے مرقد کے سرہانے کھڑے ہو کر اپنے اس عزم کا اعلان کیا کہ ہم ہندوستان میں اپنی جداگانہ اسلامی مملکت کو قائم کر کے رہیں گے۔

قائداعظمؒ نے فرمایا کہ ہمارا دین ہمیں ایک ضابطہ حیات دیتا ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں ہماری راہنمائی کرتا ہے ہم اس ضابطے کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ آپ قوم کے سامنے اس مجوزہ مملکت کے مقاصد کو دوٹوک الفاظ میں بار بار دہرایا کرتے تھے تاکہ اس سلسلہ میں کسی کو کوئی غلط فہمی نہ رہے۔ آپ اگست 1941ء میں دکن حیدر آباد تشریف لے گئے تو اسلامیہ یونیورسٹی کے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

کہ اسلامی مملکت کے تصور کا یہ امتیاز ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئے کہ اس میں اطاعت اور وفاکشی کا مرجع خدا کی ذات ہے۔ جس کی تعمیل کا واحد ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں۔ اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ کسی پارلیمان کی۔ نہ ہی کسی اور شخص یا ادارہ کی۔ قرآن کریم کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کے حدود متعین کرتے ہیں۔ اسلامی حکومت' دوسرے الفاظ میں' قرآنی اصول اور احکام کی حکمرانی کا نام ہے۔ اور حکمرانی کے لئے آپ کو لامحالہ علاقہ اور مملکت کی ضرورت ہے۔

اس عزم کے بعد اس منزل تک پہنچنے کے لئے مسلسل جدوجہد جاری رہی تا آنکہ انہیں نہ صرف مغربی بلکہ اس کے ساتھ ہی شمال مشرقی ہند میں بھی ایسا خطہ زمین مل گیا۔ جس میں یہ اپنے تصورات کے مطابق اپنی آزاد مملکت قائم کر سکتے تھے۔ یہ انقلاب عظیم 14

اگست 1947ء کو واقع ہوا۔ یہ دن ان کی حیات ملی میں ہزاروں مسرتوں اور لاکھوں شادمانیوں کا پیامبر تھا۔

لیکن جہاں ایک طرف اس قوم کی قسمت کے ستارے یوں ایک ایک کر کے بیدار ہوتے جا رہے تھے تاریکی کا ایک گوشہ بھی اس کے ساتھ چلا آ رہا تھا کہ اقبالؒ نے پاکستان کا تصور تو دیا لیکن پاکستان بننے سے پہلے ہم سے رُخصت ہو گیا۔ قائداعظمؒ نے وہ خطہ ارض حاصل کر لیا جس میں اس جدید مملکت نے متشکل ہونا تھا لیکن قبل اس کے کہ اس کی بنیادیں اس نقشے کے مطابق استوار ہوں۔ وہ بھی ہمیں الوداع کہہ گیا۔ آپ کے بعد آنے والوں نے اس سادہ لوح لیکن جذبہ ہائے بلند و رفیع رکھنے والی قوم کو کیا دیا' غربت' افلاس' بے روزگاری' مستقبل کی طرف سے مایوسی' ہیروئن و کلاشنکوف کلچر' آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کی غلامی اور دہشت گردی وغیرہ۔ حالانکہ یہ وہ قوم تھی جو قائداعظمؒ کی قیادت میں سرفراز اور کامران تھی۔ جس کا نام اقوام عالم میں عزت و توقیر سے لیا جاتا تھا۔ ہماری نظر میں اس کی ذمہ داری ارباب اختیار پر عائد ہوتی ہے۔ جس نے اپنی مفاد پرستیوں اور مصلحت کوشیوں سے نہ صرف اپنی حیثیت کھو دی بلکہ ملک اور قوم کو بھی بے پناہ نقصان پہنچایا۔ اسلام قیام پاکستان کی اساس تھا قیام پاکستان کے بعد فوج' سول سروس اور مملکت کے دیگر لوازمات کو مستحکم بنانے کی کوششیں کی گئیں۔ لیکن بنیادی اساس اور اس رشتہ کو جو پاکستان کے مختلف علاقوں کو متحد رکھ سکتا تھا نظر انداز کیا گیا جس کے نتیجے میں پاکستان کے دو ٹکڑے ہو گئے اور مزید نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ لیکن مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں۔

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

وہ نمی کیا ہے؟ قانون الٰہی کا احترام۔ اس کی نگہداشت اور پیروی۔ لہٰذا نہ مرض نیا ہے اور نہ علاج نیا۔

وہی دیرینہ بیماری وہی نا محکمی دل کی علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی

مرض وہی ہے جو آدم کو لاحق ہوا تھا یعنی قانون الٰہی سے انحراف اور علاج اس کا بھی وہی ہے جو آدم کو تجویز کیا گیا تھا۔ **فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُونَ** (2:38) لیکن یہ سب کچھ اجتماعی طور پر ممکن ہے جب دنیا کے مسلمان فرمان الٰہی کے مطابق جسد واحد کی طرح ایک قوم بن جائیں۔

قوموں کے لئے موت ہے مرکز سے جدائی ہو صاحب مرکز تو خودی کیا ہے؟ خدائی

آج بھی مسلمانوں کی باز آفرینی کا راز اعتصام بالقرآن اور اس صراط مستقیم میں مضمر ہے جس پر محسن انسانیت احمد مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوش پا جگمگ جگمگ کرتے نظر آ رہے ہیں۔ وہ قانون آج بھی اپنی پوری تابناکیوں کے ساتھ قرآن حکیم کے اندر موجود ہے۔ اگر آج آپ اپنے معاملات قرآن حکیم کے تابع کر لیں اور ایک قوم بن کر منظر عام پر آ جائیں تو دنیا دیکھے گی کہ مسلمانوں کا سیلاب بے پناہ کس طرح باطل قوتوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جاتا ہے۔ پھر پاکستان ہی کیا دنیا کی امامت آپ کے حصے میں آ جائے گی اور اقوام عالم آپ کے پیش کردہ نظام کو اپنانے میں اپنی سعادت سمجھیں گی۔

☆.....☆.....☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

راجہ عبدالعزیز (دھیرکوٹ آزاد کشمیر)

گرینڈ یونیفائڈ تھیوری

Grand Unified Theory

قرآن پاک کے مطابق کائنات کا یہ عظیم القدر اور محیر العقول سلسلہ اس نظم وضبط اور حسن وخوبی سے اس لئے چل رہا ہے کہ اس میں صرف ایک خدا کا قانون نافذ العمل ہے۔ اگر اس میں متعدد خداؤں کا اقتدار کارفرما ہوتا تو اس میں فساد پیدا ہو جاتا (21:22)۔ قرآن کریم کی متعدد آیات میں فساد اور اصلاح کے الفاظ آئے ہیں' جو بڑی معنی خیز اور غور طلب اصطلاحات ہیں۔ صلح کے بنیادی معنی ہیں کہ جس چیز کو جس حالت میں ہونا چاہئے وہ اسی حالت میں ہو' اس کا اعتدال' توازن اور تناسب علیٰ حالہ (Order) برقرار رہے۔ فساد کی اصطلاح اس کی ضد ہے۔ اس لفظ کا مادہ (Root) ف س د ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ کسی چیز کو جس حالت میں ہونا چاہئے وہ اس حالت میں نہ ہو۔ اس کے اعتدال' توازن اور تناسب میں بگاڑ (Disorder) پیدا ہو چکا ہو۔ اس تعریف کی رُو سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ کی وساطت سے بنی نوع انسان کے لئے جو پروگرام تجویز فرمایا ہے' اس کی خلاف ورزی یا اسے جھٹلانا فساد کے زمرے میں آتا ہے۔ اس عمل سے ایک تو خود انسان کی ذات میں انتشار (Chaos) پیدا ہو جاتا ہے اور دوسری طرف معاشرے' ملک یا پوری دنیا میں بدنظمی پیدا ہو جاتی ہے۔ فساد دراصل معاشرے میں ناہمواریاں پھیلانے کا نام ہے چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو۔ مثلاً حرث ونسل کو تباہ کرنا (2:205)' ماپ تول کو پورا نہ رکھنا' دوسروں کی محنت کا پورا معاوضہ نہ دینا' معاشی معاملات میں کجی اور بگاڑ پیدا کرنا اور لوگوں کے حقوق دبا لینا یا صالح نظام کی صحیح اور درست ترتیب کو الٹ کر درہم برہم کر دینا سب فساد کے زمرے میں آتا ہے۔ 7:85' 26:183 اور 27:34۔

انسانی زندگی کے مختلف گوشوں کو سامنے لائیں تو یہ حقیقت اُبھر کر سامنے آجاتی ہے کہ زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں انسانی ہاتھوں سے فساد برپا نہ ہو۔ قرآن مجید کے مطابق پوری کائنات کی بلندیوں اور پستیوں میں اللہ تعالیٰ کو اقتدار حاصل ہے 16:49۔ لیکن انسان نے اپنے اختیار وارادے کا غلط استعمال کر کے' اللہ کے احکامات کی جگہ ظلم وستم اور استحصال پر مبنی نظام کو رائج کر کے اللہ کے اقتدار اعلیٰ کو چیلنج کر دیا ہے اور یوں فساد کی بنیاد رکھ دی ہے۔ قرآن پاک میں یوں تو جگہ جگہ انسانی ہاتھوں سے برپا ہونے والے فساد کی

دلخراش داستانیں بیان کی گئی ہیں لیکن مصر کے فرعون کی داستان میں فساد آدمیت کے تین اہم اور نمایاں گوشوں کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ یعنی فرعون، استبدادِ ملوکیت کا مجسمہ۔ ہامان، برہمنیت کی ابلیسانہ روباہ بازیوں کا پیکر اور قارون، سرمایہ داری نظام کی لعنت کا بہت بڑا نمائندہ۔ فساد کے یہ تین گوشے یکجا اور ان کے پنجوں میں تڑپتی، پھڑکتی انسانیت! قرآن پاک کی ابتدائی آیات میں منافقین کی چند خصوصیات بیان فرمائی گئی ہیں۔ ان کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ''جب انہیں کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد مت پھیلاؤ تو کہتے ہیں کہ ہم فسادی نہیں بلکہ ہم تو اصلاح کرنے والوں میں سے ہیں۔ آگاہ رہو کہ یہی لوگ فساد پھیلانے والے ہیں لیکن اس کا شعور نہیں رکھتے''۔ 2:11-12۔ نتیجتاً تمام انسانی معاملات چاہے وہ سیاسی ہوں، معاشی ہوں، معاشرتی ہوں، اخلاقی ہوں، نجی لین دین ہو یا اجتماعی معاملات ہر جگہ لوٹ کھسوٹ، جھوٹ فراڈ، دھوکے بازی، بددیانتی، قتل وغارت، تشدد اور سب سے بڑھ کر کرپشن کا دور دورہ ہے نوع انسانی کی عالمگیر تشکیل کے برعکس وحدت انسانیت کو مختلف نسلی گروہوں، جماعتوں، قوموں اور خطوں میں تقسیم کر دینا بھی فساد کا نتیجہ ہے۔ اس عالمگیر فساد کو اصلاح میں تبدیل کرنے کی صلاحیت صرف خدا کی زندہ و پائندہ کتاب کو حاصل ہے۔ یہ فساد اب صرف زمین تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ اس کا بگاڑ فضا سے بھی آگے خلا تک جا پہنچا ہے۔

قرآن پاک میں ہوائی کرّے کی موجودگی کا انکشاف کرتے ہوئے اللہ فرماتے ہیں۔ ''ہم نے آسمان کو بلند کیا اور اس میں میزان رکھی، خبردار! میزان کی حالت کو بگاڑنے کی کوشش نہ کرنا اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ (55:7-8) اسی میزان کو ہم فضا (Atmosphere) کہتے ہیں۔ بل برائیسن اپنی تصنیف ''مختصر تاریخ موجودات'' میں لکھتے ہیں ''فضا کے لئے ہم جتنا بھی شکر کریں کم ہے۔ یہ ہمیں گرم رکھتی ہے۔ یہ اگر نہ ہوتی تو زمین برف کا گولہ ہوتی جس کا درجہ حرارت منفی 60 درجے فارن ہائیٹ ہوتا۔ فضا جو سب سے زیادہ خدمت بجالاتی ہے وہ یہ کہ کثیر خلائی شعاعوں، بارآور ذرات اور الٹرا وائیلٹ کے ساتھ دیگر ضرر رساں شعاعوں کو یا تو جذب کر لیتی ہے یا ان کا رُخ موڑ دیتی ہے۔ سائنس کی رُو سے ہم نے فضا کو چار پرتوں میں تقسیم کر رکھا ہے جو غیر مساوی ہیں''۔ ان پرتوں (Layers) کی تفصیل ڈاکٹر عبدالودود نے یوں بیان کی ہے۔ ''زمین کے قریبی آسمان میں کرہ ہوائی ہے۔ یعنی ہوا نے زمین کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہے۔ یہ ہوائی کرہ زمین سے ایک ہزار میل تک اوپر جاتا ہے جو نیچے سے لے کر اوپر تک ناہموار ہے اس کے مختلف طبقات ہیں جن کی مختلف خاصیتیں ہیں۔

(1) فضا کی پہلی تہہ ٹروفوسفیر (Trofosphere) کہلاتی ہے۔ یہ سطح زمین سے سات میل اوپر جاتی ہے جس میں ہوا مسلسل حرکت میں رہتی ہے اسے موسمیات کا خطہ بھی کہا جاتا ہے۔ (2) کرہ ہوائی کی دوسری پرت سٹریٹوسفیئر (Stratosphere) ہے اس میں ہوا گردش نہیں کرتی اس لئے گرم ہے۔ (3) تیسری تہہ میسوفیئر (Mesophere) کی ہے یہ بڑی اہم ہے کیونکہ اس میں اوزون گیس (Ozone Gas) ہے (جسے قرآن میں میزان کہا گیا ہے)۔ اس کی خاصیت یہ ہے کہ یہ انرجی کی زیادہ قوت والی

لہروں کو آسمان سے زمین تک پہنچنے سے روکتی ہے۔اس میں انسانی کارروائیوں سے گرین ہاؤس گیسز کے بے انتہا اخراج سے اس تہہ کو ناقابل اصلاح نقصان پہنچ رہا ہے جس کی وجہ سے پوری دنیا میں ضرر آمیز تبدیلیاں رونما ہورہی ہیں۔ (4) آئینوسفیر (Ionosphere) اس میں بجلی کی لہریں موجود ہیں اس لئے میٹی اورس (Meteores) اس میں جل جاتے ہیں۔اس میں اوپر جا کر درجہ حرارت 1600 سنٹی گریڈ تک پہنچ جاتا ہے۔اس کے بعد ایکسوسفیر (Exosphere) کی پرت میں نیچے سے ہوا کی کثافت کم ہوتے ہوتے اوپر جا کر خلاء (Space) سے مل جاتی ہے''۔

ڈاکٹر صاحب نے ان طبقات کو ایسی دفاعی رکاوٹیں قرار دیا ہے جو خلا سے آنے والی جارحانہ قوتوں مثلاً کاسمک ریز' گاماریز' ایکس ریز' الٹراوائیلٹ ریز' لائٹ (روشنی) ریز اور گرمی کی لہروں کو روک لیتی ہیں۔ان میں کاسمک ریز' گاماریز اور ایکس ریز زندگی کے لئے خطرناک ہیں اس لئے یہ کرہ ہوائی کی وجہ سے زمین تک نہیں پہنچ پاتیں۔اور گرمی کی لہروں یا روشنی کی شعاعوں کی شدت میں اس کی وجہ سے کمی آجاتی ہے۔اس لئے اللہ نے ان کے لئے پیمانے مقرر کررکھے ہیں جن کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ زندگی ختم نہیں ہوتی بلکہ زندگی کا دارومدار بھی انہی قوتوں پر ہوتا ہے۔ان پیمانوں کا ذکر قرآن پاک میں جگہ جگہ آتا ہے۔مثلاً ''ہم نے سمأ الدنیا کو روشن چراغوں سے مزین کررکھا ہے اور اسے سرکش قوتوں (Rebellious Forces) کو مار بھگانے کا آلہ بنایا ہے'' 61:51۔''ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا ہے'' 21:32۔''ہم نے زمین کے قریبی آسمان کو چراغوں سے روشن کررکھا ہے اور اس میں سامانِ حفاظت رکھا ہے یہ پیمانے اس ذات کے ہیں جس کی قوت اور علم لامحدود ہے'' 41:12۔

مشہور ایٹمی سائنسدان بشیر بھی فساد کو ماحول کی خرابی کا باعث سمجھتے ہیں۔وہ اپنی تصنیف ''کتاب زندگی'' میں لکھتے ہیں دوفساد' فِسط سے ہے جس کا مطلب چیزوں کے توازن کو خراب کرنا ہے۔یوں امن کو بدامنی اور "Order" کو "Disorder" میں بدل دیتا ہے۔آیات مبارکہ 2:11-12 میں منافقوں کو فساد کی جڑ قرار دیا گیا ہے۔لیکن یہ تسلیم نہیں کرتے بلکہ اپنے چہروں کو اصلاح احوال' سیاست' ڈپلومیسی' حکمت عملی' تہذیب' کلچر' ثقافت' اعلیٰ معیارِ زندگی جیسے لفظوں کے لبادہ میں چھپائے رکھتے ہیں۔زمین میں ''فساد مت پھیلاؤ'' یہ انسانیت کی بقا کے لئے بہترین فارمولا ہے جو عام آدمی کے لئے ایک عمومی حکم اور ماحولیاتی سائنسدانوں کے لئے بے مثل نعرہ (Slogan) ہے۔ماحول دوست جب کہتے ہیں کہ ''زمین کو خراب مت کرو'' تو دراصل وہ قرآن کریم کی اس آیت کی ترجمانی کرتے ہیں۔کاش کہ وہ یہ بھی سیکھ لیں کہ زمین کی خرابی کو دور کیسے کیا جاتا ہے۔زمین کی خرابی کے ذمہ دار مفاد پرستوں کو اگر روکا نہ گیا تو تمام انسانیت ماحول کی خرابی کے عذابِ الیم میں مبتلا ہوجائے گی''۔ان کے مطابق قطبین کی برف پگھلنے سے سمندروں کا پانی بلند ہورہا ہے۔دریاؤں کا پانی صنعتی فضلات سے خراب ہوچکا ہے۔آسمان کی ''اوزان'' والی چھت (Ozone Layer) میں شگاف پڑ چکا ہے۔ہوا صنعتی گردوغبار سے آلودہ (Pollute) ہوچکی ہے۔وہ مزید لکھتے ہیں۔

"We must know that earthly environment is eritically balanced and mankind for their own sake, as adviced by Allah Subhanhu, must not disturb its balance."

ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ قرآن کریم پر ایمان رکھنے والوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ زمین' فضا اور خلاء کو آلودہ ہونے سے بچائیں۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ اور دیگر نقصان دہ گیسز کے لامتناہی اخراج سے نہ صرف اوزان کی تہہ پتلی ہو رہی ہے بلکہ اس میں سوراخ بھی ہو چکا ہے جس کے خطرناک نتائج سامنے آنا شروع ہو گئے ہیں۔ درجہ حرارت بڑھنے سے سمندر میں تازے پانی کی بڑی مقدار شامل ہو رہی ہے جو سمندری حیات کا توازن تباہ کر رہی ہے۔ جنگلات کی بے رحمانہ تباہی سے نباتات اور حیوانات کی ہزاروں اقسام زمین سے ناپید ہو رہی ہیں۔ سب سے بڑا خطرہ یہ کہ قدرتی موسموں کا توازن برقرار رکھنے میں کرہ ہوائی (Atmosphere) کی صلاحیت ختم ہو رہی ہے۔

قرآنِ کریم میں نوع انسانی کو آگاہ کیا گیا ہے کہ ''خود تمہارے اپنے ہاتھوں کی کارستانیوں سے خشکی و تری ہر جگہ ناہمواریاں اور خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں'' 30:91۔ اس بگاڑ کا مشاہدہ ہم زمین و فضا میں تو دیکھ ہی رہے تھے لیکن اب اس فساد کا دائرہ کار پہلے سے بہت وسیع ہو چکا ہے۔ وہ یوں کہ گذشتہ چھ دہائیوں سے انسانی کارروائیاں فضا کو پار کر کے خلاء تک پہنچ چکی ہیں۔ انسان نے جب خلاء میں تحقیق و تفتیش کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کیا تو وہاں بھی حسبِ عادت بے احتیاطی اور لاپروائی کا وطیرہ جاری رکھا۔ اس تحقیق کے دوران ممکنہ خطرناک نتائج سے بے خبر ہو کر اندھا دھند اپنی من مانی جاری رکھی۔ ان مضر نتائج کی روک تھام کے لئے کوئی اصول کوئی قاعدہ یا قانون نہیں بنایا۔ جس کے سبب اب زمین اور فضاء کی طرح خلاء بھی آلودہ ہو چکی ہے۔ یہ گندے کچرے سے پر ہو گئی ہے۔ خلائی کچرہ زمینی کچرے سے کہیں زیادہ مہلک اور خطرناک ہے کیونکہ اس میں موجود صرف 4mm کا ایک ٹکڑا خلائی جہاز یا مصنوعی سیارے کو پاش پاش کر سکتا ہے۔ یہ خلائی کچرہ:۔ ناکارہ خلائی جہازوں' راکٹوں اور ان کے آپس میں ٹکرا کر بکھرنے والے ٹکڑوں اور ان کی بیرونی سطح سے الگ ہونے والے مادوں' بے کار کل پرزوں' کیبلوں' تاروں' نٹس' بولٹس' سپرنگز اور آلات کے خالی ڈبوں پر مشتمل ہے۔

ماہرین فلکیات کا اندازہ ہے کہ خلاء میں گردش کرنے والے ان چھوٹے بڑے اجسام کی تعداد کروڑوں میں ہے۔ سورج سے خارج ہونے والی تابکار شعاعوں کی وجہ سے یہ چھوٹے اجسام اپنے مخصوص مداروں سے باہر نکل کر زمین سے تقریباً چھ ہزار میل کی بلندی پر آزادانہ گردش کر رہے ہیں۔ تاہم اب ماہرین کو احساس ہو رہا ہے کہ اگر خلاء میں بڑھتے ہوئے اس کچرے کی روک تھام کے لئے مؤثر اقدامات نہ اٹھائے گئے تو آئندہ خلائی سفر مزید مشکل ہو جائے گا۔ خرابیٔ بسیار کے بعد سائنسدانوں نے اس کچرے کو کم کرنے کے لئے جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے کچھ طریقے دریافت بھی کئے ہیں لیکن ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ انسان اگر اب بھی عقل و شعور سے

کام لے کر زمین و آسمان میں اپنے ہاتھوں پیدا کردہ ناہمواریوں کو ہمواریوں میں بدلنے کا سامان کر لے تو مستقبل میں اس فساد کے تباہ کن اثرات سے بچ سکتا ہے۔

ان تمام خدشات کے باوجود ہمیں بہرحال رجائیت پسندانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے اُمید رکھنی چاہئے کہ انسان' اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیتوں کی نشوونما کر کے وحی کی راہنمائی میں ان ناہمواریوں' خرابیوں اور مشکلات پر قابو پالے گا۔ اگر کائناتی قوانین کی پیچیدگیاں انسان کے لئے بڑھ رہی ہیں تو انسانی غور وتدبر کی گیرائی اور گہرائی میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ اگر فطرت ہر دفعہ اپنے نئے اور انوکھے روپ میں انسان کے سامنے جلوہ گر ہو رہی ہے تو انسانی تحقیق وتدقیق اور نت نئے تجربات ومشاہدات میں بھی کمی نہیں آئی بلکہ اضافہ ہو رہا ہے۔ کیونکہ انسان نہ ہی اکتاہٹ محسوس کرنے والا ہے اور نہ ہی ہار ماننے والا ہے۔ تجسس کرنا بھی انسان کی ایک منفرد صلاحیت ہے جو حیوانی زندگی میں ناپید ہے۔ انسان کیا ہے؟ اس کی آمد کا مقصد کیا ہے؟ اس کی ابتداء اور انتہا کیا ہے؟ اس کے اردگرد واقعات کن قوانین کے تحت رونما ہوتے ہیں؟ یہ کائنات کیا ہے؟ اس کا مقصد' ابتداء اور انتہا کیا ہے؟۔ یہ اور ان جیسے درجنوں سوالات ایسے ہیں جن پر ابتداء ہی سے انسان اپنے زمانے کی علمی سطح کے مطابق سوچتا آیا ہے۔ انسانی زندگی کی دیگر منفرد خصوصیات میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے زمانے سے پہلے کی گئی تحقیقات' علوم اور تجربات سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اور اپنی طرف سے اس میں اضافہ کر کے آنے والی نسل کی طرف منتقل بھی کر سکتا ہے۔ یوں اس علمی اور تحقیقی ذخیرے میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یہ سلسلہ انسان کی غار کی زندگی سے جاری ہے۔ غار میں رہائش پذیر انسان نے پہلی مرتبہ جب شکار اور دیگر ضروریات کے لئے پتھر کی کلہاڑی ایجاد کی تھی اسی وقت سے جدید (Modern) دور کا آغاز ہو گیا تھا۔ آج سپر کمپیوٹر کے زمانے میں بھی جدیدیت کے اسی دور کا تسلسل جاری ہے اور آئندہ بھی جاری رہے گا۔ محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی۔

کائنات پر حکمرانی کرنے والے قوانین جو خود انسانی وجود کا باعث بھی ہیں' کے ادراک اور آگاہی کی خاطر انسان نے بے شمار نظریات وتصورات (Theories) قائم کئے ہیں جن میں ابھی تک اضافہ ہو رہا ہے یہ سلسلہ کہیں بھی رکا نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ نیوٹن تقریباً تین سو سال بعد تک بھی کسی شخص کے لئے ممکن نہ تھا کہ وہ کائنات کے بارے میں تمام معلومات کا ادراک کر سکے۔ کیونکہ اس وقت تک کائناتی قوانین کو بہت آسان اور سادہ سمجھا جاتا تھا۔ کائنات کو سادہ اور آسان سمجھنے کا یہی نتیجہ تھا کہ سائنسدان بیسویں صدی کے آغاز تک پر اُمید تھے کہ اب وہ کائنات کو مکمل طور پر سمجھنے کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ اسٹیفن کے الفاظ میں ''مثلاً اس صدی کے آغاز میں یہ سمجھا گیا کہ مسلسل مادے کی خاصیتوں مثلاً لچک دار اور احتمال حرارت (Heat Conduction) کے ذریعے ہر چیز کی تشریح کی جا سکتی ہے۔ لیکن ایٹمی ساخت اور اصولِ غیر یقینیت کی دریافت نے اس تصور کو خاک میں ملا دیا''۔ سائنسدانوں کی تشویش کا یہ حال تھا کہ نظریہ اضافیت اور کوانٹم تھیوری کی دریافت کے بعد بھی انہیں یہ فکر لاحق تھی کہ علم طبعیات کا بس

اب خاتمہ ہونے والا ہے یعنی اب غور وفکر اور تحقیق کے لئے کوئی شے باقی ہی نہیں رہے گی۔ اس کی ایک مثال اسٹیفن نے ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

"Then again in 1928, physicist and nobel prize winner Max Born toled a group of visitors to Gottingen university, "physics as we know will be over in six months."

میکس بارن کے اس اعتماد کی وجہ ڈیراک (Dirac) کی دریافت کردہ وہ مساوات تھی جو الیکٹران کے طرزِ عمل کا تعین کرتی تھی۔ یہ خیال کیا گیا کہ اس طرح یہ مساوات پروٹان کے طرزِ عمل کا بھی تعین کر لے گی جو اس وقت معلوم دو پارٹیکلز میں سے ایک تھا اور اس طرح نظریاتی طبعیات کا خاتمہ ہو جائے گا۔ تاہم نیوٹران اور نیوکلائی قوتوں کی دریافت سے اسے کاری ضرب لگی' اور کائنات کی پیچیدگیاں ظاہر ہونے لگیں۔

موجودہ دور سے بہت پہلے بھی انسان اپنے زمانے کی علمی سطح کے مطابق کائنات پر غور وفکر کرتا آیا ہے۔ انسان کی قدیم فکری اور شعوری تاریخ کو وسیع تناظر میں تین ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ بشیر احمد ڈار نے اپنی تصنیف حکمائے قدیم کا نظریہ اخلاق' میں ان ادوار کی یوں تشریح کی ہے۔ ''پہلا دور جس میں مصر اور بابل کے مفکرین نے انسان اور کائنات کے مسائل کو سمجھا اور اپنا حل پیش کیا۔ یہ دور تقریباً 1000 ق م تک آ کر ختم ہو جاتا ہے اس دور میں زردشت نے آ کر انسانی افکار کو وسیع اور گہرا کیا۔ دوسرا دور 600 ق م تک ہے جس میں بنی اسرائیل دنیا کی متمدن قوموں کی امامت پر سرفراز رہے اور اسی شاندار دور میں چین میں کنفیوشس اور ہندوستان میں گوتم بدھ پیدا ہوئے۔ اس کے بعد تیسرا دور 600 ق م سے شروع ہوتا ہے جب مغربی ایشیا میں یونانیوں نے انسانی افکار کو آگے بڑھایا۔'' ان ادوار میں سب سے قدیم دور مصریوں کا ہے۔ ان کے مطابق کائنات کا آغاز عقل وتصور سے ہوا جو یونانی مادی تصور سے بہتر اور بلند تھا۔ اس فلسفہ کے مطابق کائنات کی تکوین جادو وغیرہ سے نہیں شعور اور ارادہ سے ہوئی ہے۔ اس لئے اس کا نظام حکمت ودانائی سے چل رہا ہے۔ نیز یہ کہ یہ محض کھیل تماشا نہیں بلکہ اس کا ایک مقصد ہے۔ مصری فکر کی خوبی یہ ہے کہ اس میں میکانیت کی جگہ ارادے اور مادے کے مقابلے میں ذہن وتصور کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ مصریوں' چینیوں اور ایرانیوں کے مقابلے میں ہندو مفکرین ذہنی فکر کے لحاظ سے مدت مدید تک کثرت پرستی میں مبتلا رہے اور ان کے دیوتا محض قوائے فطری کے مظاہر کے طور پر صدیوں تک پوجے جاتے رہے۔

انسان کی زمانہ قدیم سے یہ آرزو رہی ہے کہ اسے کوئی ایسا طریقہ' اصول یا نظریہ مل جائے جس کی مدد سے وہ کائنات کے تمام حقائق کو یک بہ یک سمجھ سکے۔ سقراط بھی ''اصول مطلق کی تلاش میں تھا جس کی مدد سے وہ کائنات کی گتھی سلجھا سکے۔ اس اصول کی خاطر اس نے رواقی فلسفی انکساغورث کے فلسفے کی طرف رجوع کیا لیکن وہ اس سے مطمئن نہیں ہو سکا۔ آخر وہ اسی نتیجے تک پہنچا جس پر مصری

مفکرین پہلے پہنچ چکے تھے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ جدید دور میں بہرکیف عمومی نظریہ اضافیت کے بانی البرٹ آئن سٹائن ان ابتدائی سائنسدانوں میں شامل ہیں جنہوں نے ایک وحدتی نظریئے کی حصول یابی کا تصور دیا تھا جس سے فطرت کے تمام مظاہر کو سمجھا جا سکے۔ اسٹیفن کے مطابق ایک ہی مرحلے میں ایک ایسا مکمل اور جامع نظریہ وضع کرنا خاصہ مشکل ہے جو کائنات کی ہر چیز کی تشریح کر سکے''۔ چنانچہ اس کے بجائے ہم ایسے جزوی نظریات وضع کرتے ہوئے آگے بڑھے ہیں جو واقعات کو محدود حلقے میں بیان کرتے ہیں..... پھر بھی ایک مکمل، موزوں اور جامع نظریئے کی دریافت ممکن ہے جس میں یہ تمام جزوی نظریات اندازوں کے طور پر شامل ہوں اور جسے حقیقت سے ہم آہنگ کرنے کے لئے مخصوص اختیاری اعداد (Certain arbitrary numbers) شامل نہ کرنے پڑیں۔ اسٹیفن کے اپنے الفاظ میں:۔

"The quest for such a theory is known as the "Unification of physics". Einstein spent more of later years unsuccessfully searching for a unified theory, but the time was not ripe."

وہ کہتے ہیں کہ اس وقت بے شک ہمارے پاس کشش ثقل اور لیکٹرومیگنیٹک فورس کے بارے میں جزوی نظریات تھے لیکن نیوکلیائی قوتوں کے بارے میں بہت ہی ابتدائی اور جزوی معلومات میسر تھیں۔ وحدتی نظریئے کی تلاش میں ناکامی کی بڑی وجہ یہ تھی کہ

Einstien refused to believe in the reality of quantum mechanics, dispite the important role he had played in its development. Yet it seems that the uncertainty principle is a fundamental feature of the universe we live in. A successful unified theory must therefore neccessarilly incorporate this principle."

اسٹیفن کے نزدیک اب اس نظریئے کی دریافت کے امکانات زیادہ روشن ہیں کیونکہ کائنات کے بارے میں، ہم اب بہت کچھ جانتے ہیں مگر ہمیں بہت زیادہ پُر امید بھی نہیں ہونا چاہئے۔ حالانکہ کچھ عرصہ قبل وہ بہت زیادہ پُر امید تھے کہ ہم نظریہ کل کو حاصل کرنے والے ہیں۔ انہوں نے 1980ء میں ایک لیکچر دیتے ہوئے کہا تھا۔

"In these pages I want to discuss the posibility that the goal of theoretical physics might be achieved in the not - too - distant future: say by the end of the century. By this I mean that we might have a complete, Consistant and

unified theory of the physical interactions that would describe all possible observations."

اسی طرح ایک بار پھر وہ پرامید نظر آتے ہیں ''تاہم گذشتہ چند سالوں میں ہم نے کافی ترقی کی ہے اور جیسا کہ میں آگے چل کر بتاؤں گا کہ محتاط امید (Cautious Optimism) کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم ایک مکمل وحدتی نظریہ بہت جلد وضع کر لیں گے۔ بہت جلد شاید:۔

"With in the life time of some of those reading these pages"

لیکن بعد میں دریافت ہونے والی تھیوریز سے اس نظریئے کی تشکیل میں رکاوٹیں پیدا ہونی شروع ہو گئیں۔ ان مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ ''ہمیں ایسی پیشین گوئی کرتے ہوئے بہت احتیاط سے کام لینا چاہئے کیونکہ ہم اس سے پہلے بھی دو مرتبہ ایسا کر چکے ہیں''۔ اس نظریئے کو پہلے جتنا آسان اور سادہ سمجھا جاتا تھا' اب نئے نئے تصورات کے سامنے آنے سے اس کی تشکیل میں اتنی ہی مشکلات اور پیچیدگیاں سامنے آ رہی ہیں بلکہ ان میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے''۔ گرینڈ یونیفائڈ تھیوری میں ابھی تک گریوٹی کی قوت کو شامل نہیں کیا گیا لیکن اسٹیفن کے خیال میں گریوٹی فورس ایسی کمزور قوت ہے کہ بنیادی پارٹیکلز اور ایٹموں کے معاملے میں اس کے اثرات عام طور پر نظر انداز کئے جا سکتے ہیں۔ لہٰذا اس رکاوٹ سے زیادہ فرق نہیں پڑتا۔

بیسویں صدی کے شروع میں دو نئے نظریات نے پرانے تصورات کو یکسر بدل کر رکھ دیا اور یہی دو نظریات' وحدتی نظریے کی تشکیل میں اہم رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ اسٹیفن کے الفاظ میں:۔

"In the early years of the 20th Century, two new theories completely changed the way we think about space and time, and about reality itself --- the two theories are the general theory of relativity and quantum machanics"

وہ کہتے ہیں کہ ہم گذشتہ پچھتر (75) سال سے ان نظریات کے اثرات پر کام کر رہے ہیں اور کوشش کر رہے ہیں کہ ان نظریات کو باہم متحد کر کے ایک گرینڈ یونیفائیڈ تھیوری (G.U.T) وضع کر لیں جو کائنات کی ہر چیز کی تشریح کر سکے''۔ نظریہ اضافیت اور کوانٹم تھیوری میں ہم آہنگی نہ ہونے کی وجہ سے G.U.T کے حصول میں رکاوٹیں پیش آ رہی ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں نظریات کائنات کے ہر مظہر کو بہ خوبی بیان کرتے ہیں۔ فطرت کے کسی بھی اصول کو بیان کرنے یا اس کی توضیح کرنے کے لئے انہی دونوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ مثلاً پوری کائنات میں بڑے اجسام کی space - time میں حرکت' رفتار' راستوں کا تعین اور مظاہر کی دیگر سرگرمیاں نظریہ اضافیت کے ذریعے بیان کی جا سکتی ہیں۔ جبکہ ذرّات اور ذیلی ایٹمی ذرات کا برتاؤ مکمل طور پر بیان کرنے کے لئے کوانٹم میکانیات کا سہارا لیا

جاتا ہے۔

کائناتی واقعات میں عام طور پر یا تو عمومی نظریہ اضافیت یا کوانٹم میکانیات کو نظری وضاحت کی غرض سے استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن ان دونوں کا بہ یک وقت اطلاق ابھی تک نہیں ہو سکا۔ حالانکہ ایسے طبعیاتی حالات بھی موجود ہیں جن کی وضاحت کے لئے ان دونوں نظریات کو مناسب نظری برتاؤ (Theoratical treatment) دینے کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ مثلاً سپیس ٹائم کی وحدانیت جیسا کہ بلیک ہول کا مرکز یا بگ بینگ سے پہلے والے حالات۔ ان دونظریات میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ نظریہ اضافیت میں کوانٹم میکانیات کا کوئی کردار نہیں۔ اس لئے کائنات کے آغاز میں رونما ہونے والے واقعات کو صرف نظریہ اضافیت کی رو سے مکمل طور پر نہیں سمجھا جا سکتا۔ اور دوسری طرف کوانٹم تھیوری میں گریوٹی کی گنجائش نہیں اس لئے کائناتی واقعات کی وضاحت کے لئے اکیلا یہ نظریہ بھی کافی نہیں۔

"In order to describe the begining of the universe, we need a theory that combines general relativity with quantum machanics that theory is quantum gravity.

وہ کہتے ہیں کہ ''ابھی تک ہم نہیں جانتے کہ کوانٹم گریوٹی کی حتمی شکل کیا ہوگی''۔ اس کے علاوہ خلاء اور وقت کے بارے میں بھی ان دونظریات کے درمیان اتحاد نہیں ہے جو ان کی ہم آہنگی میں ایک اور رکاوٹ کا باعث ہے۔

(G.U.T) کی دریافت میں مختلف قوتوں (Forces) کی Unification بھی ایک مسئلہ بنا ہوا ہے۔ سائنسدانوں کے نزدیک کائنات میں کل چار قوتوں کا عمل دخل ہے۔ (اب صرف تین قوتیں ہیں۔ تفصیل آگے آئے گی)

اسٹیفن کے الفاظ میں:۔

"Force carrying particles can be grouped into four cattegories accordingly to the strength of the force that they carry and particles with they interact."

وہ اس کی مزید تشریح یوں کرتے ہیں۔ ''یہ بات واضح طور پر سمجھ لینی چاہئے کہ چار زمروں میں یہ تقسیم انسانی کارفرمائی ہے کیونکہ یہ جزوی نظریات کی تشکیل میں کارآمد ہوتی ہے بالآخر اکثر ماہرین ایک جامع نظریہ کی دریافت کی امید رکھتے ہیں جو ان چاروں قوتوں کی تشریح ایک واحد قوت کے مختلف پہلوؤں کے طور پر کرے گا۔ حال ہی میں قوت کے چار زمروں میں سے تین کو یکجا کرنے کی کامیاب کوششیں کی گئی ہیں''۔ اب سائنسدان چاہتے ہیں کہ ان تمام قوتوں کو یکجا کر کے ایک ہی نظریے میں سمو دیں تا کہ کائنات کا برتاؤ بیان کرنے والی مساواتیں زیادہ درست نتائج دے سکیں۔

اسٹیفن کے نزدیک بنیادی طور پر قوت ایک ہی ہے جسے انسان نے اپنی آسانی کے لئے چار زمروں (Categories) میں تقسیم کیا تھا لیکن اب پھر اپنی ضرورت کے لئے ان زمروں کو یکجا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس یکجائی کی پہلی کامیاب کوشش 1865ء میں برطانوی طبعیاتی سائنسدان جیمز کلارک میکسویل نے کی جو اس کے نام پر 'Maxwell field' کی اصطلاح سے مشہور ہے۔ انہوں نے بجلی اور مقناطیسیت کے تمام معلوم قوانین کو یکجا کیا۔ ان کی تھیوری ''فیلڈز'' کے وجود پر منحصر ہے جو افعال (Actions) کو ایک سے دوسرے مقام تک پہنچاتے ہیں۔ اس نے تسلیم کیا کہ برقی اور مقناطیسی گڑبڑ (Disterbances) پیدا کرنے والے فیلڈز قوائی (Dynamical) وجود ہیں۔ وہ غیر متوقع طور پر متغیر اور سپیس میں سفر کے قابل ہیں۔ میکسویل کی تالیف کردہ برقانیت (Electromagnitism) کو دو مساواتوں میں پیش کیا جا سکتا ہے جو ان فیلڈز کی Dynamics کو بطور اصول پیش کرتی ہیں۔ خود انہوں نے ان دو مساواتوں سے نتیجہ اخذ کیا کہ تمام فریکوئنسیز کی برقی موجیں (Waves) خلا میں معین رفتار پر سفر کرتی ہیں یعنی روشنی کی رفتار پر۔

کائنات میں کارفرما چار قوتوں کی الگ الگ خصوصیات ہیں جن کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:۔

(1) گریوٹی فورس:۔ یہ چاروں قوتوں میں سب سے کمزور ترین قوت ہے۔ لیکن اس کا دائرہ کار سب سے زیادہ وسیع ہے۔ اس لئے اس کو یونیورسل فورس بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی ہر پارٹیکل اپنی کمیت یا توانائی کے مطابق گریوٹی کی قوت محسوس کرتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ زمین اور سورج جیسے بڑے اجسام اور انفرادی پارٹیکل کے درمیان پائی جانے والی کمزور کشش ثقل کی قوتیں مل کر ایک اہم قوت کو جنم دے سکتی ہیں۔

(2) الیکٹرومیگنیٹیزم:۔ اس کا دائرہ کار بھی کافی وسیع ہے اور گریوٹی کی قوت سے بہت زیادہ طاقتور ہے۔ لیکن یہ صرف ان ذرات پر عمل پزیر ہوتی ہے جو بارآور Electric ہوں۔ بقول اسٹیفن

"Electromagnetic forces are responsible for all of chemistry and biology."

(3) کمزر نیوکلیئر فورس:۔

"This causes radioactivity and plays a vital role in the formation of the elements in stars and in the early univers, We do not, however, come into contect with this force in our everyday life."

(4) طاقتور نیوکلیئر فورس:۔ یہ قوت پروٹان اور نیوٹران میں کوارکس (Quarks) کو یکجا رکھتی ہے اور ایٹم کے نیوکلیئس (مرکزے) میں نیوٹرانز اور پروٹانز کو باہم ساتھ رکھتی ہے۔ اس قوت کی ایک عجیب وغریب خصوصیت ہوتی ہے جسے بندش (Confinement)

کہا جاتا ہے۔ یہ ہمیشہ پارٹیکلز کو باہم امتزاجات میں باندھے رکھتی ہے جس کا کوئی رنگ نہیں ہوتا ایسے امتزاجات (combinations) جو پارٹیکلز بنتے ہیں ان کو میزون (Mesons) کہتے ہیں۔ مارکس شان کہتے ہیں کہ بگ بینگ کی ابتداء میں صرف ایک ہی قوت تھی جسے انہوں نے "Super Force" کا نام دیا ہے۔ ان کے اپنے الفاظ میں:۔

"At the begining of time there was only one 'super force'. As the universe became cold, it went through a series of phase transitions in which the superforce spilt into two, then three, and finally four forces,"

(جاری ہے)

☆.....☆.....☆

قرآن حکیم کے طالب علموں کے لیے خوشخبری

علامہ غلام احمد پرویزؒ کے سات سو سے زائد دروسِ قرآنی پر مبنی تفسیری سلسلہ کے تحت بزم طلوع اسلام لاہور کی طرف سے مندرجہ ذیل تفسیری کتب کی اشاعت الگ الگ جلدوں میں ہو چکی ہے۔ یہ جلدیں 20x30/8 کے بڑے سائز کے بہترین کاغذ پر خوبصورت طباعت اور مضبوط جلد بندی کے ساتھ دستیاب ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نام کتاب	سورہ نمبر	صفحات	نیا ہدیہ	نام کتاب	سورہ نمبر	صفحات	نیا ہدیہ
سورہ الفاتحہ	(1)	240	200/-	سورۃ الشعرآء	(26)	454	400/-
سورہ الفاتحہ (سٹوڈنٹ ایڈیشن)	(1)	240	110/-	سورۃ النمل	(27)	280	300/-
سورۃ البقرہ (اول)	(2)	500	400/-	سورہ القصص	(28)	334	350/-
سورۃ البقرہ (دوم)	(2)	538	400/-	سورہ عنکبوت	(29)	388	350/-
سورۃ البقرہ (سوم)	(2)	500	400/-	سورہ روم، لقمان، السجدہ	(30,31,32)	444	400/-
سورۃ النساء	(4)	870	700/-	سورہ احزاب، سبا، فاطر	(33,34,35)	570	400/-
سورہ النحل	(16)	334	300/-	سورہ یٰسٓ	(36)	164	150/-
سورہ بنی اسرائیل	(17)	396	350/-	سورہ الصّٰفّٰت، ص، زمر	(37,38,39)	450	400/-
سورۃ الکہف و سورہ مریم	(18-19)	532	400/-	سورۃ مومن، حٰمٓ سجدہ، سورہ شوریٰ	(42,41,40)	624	550/-
سورہ طٰہٰ	(20)	416	350/-	29واں پارہ (مکمل)	----	544	400/-
سورۃ الانبیآء	(21)	336	300/-	30واں پارہ (مکمل)	----	624	400/-
سورۃ الحج	(22)	380	350/-				
سورۃ المؤمنون	(23)	408	400/-				
سورۃ النور	(24)	264	350/-				
سورۃ الفرقان	(25)	389	350/-				

ملنے کا پتہ: ادارہ طلوع اسلام (رجسٹرڈ) 25/B، گلبرگ 2، لاہور، فون نمبر: 4546 3571-42-92+

بزم ہائے طلوع اسلام اور تاجر حضرات کو ان ہدیوں پر تاجرانہ رعایت دی جائے گی۔ ڈاک خرچ اس کے علاوہ ہوگا۔

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

مکالمۃ الصدرین

یعنی

وہ تاریخی معرکۃ الآرا مکالمہ جو حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی صدر آل انڈیا جمعیۃ العلمائے اسلام

اور

حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب صدر جمعیۃ العلمائے ہند و دیگر اکابر جمعیۃ العلمائے ہند

کے

درمیان یکم محرم ۱۳۶۵ھ مطابق ۷ دسمبر ۱۹۴۵ء کو

بمقام دیوبند ہوا

مرتبہ

طاہر احمد القاسمی کان اللہ لہٗ رکن مجلس عاملہ آل انڈیا جمعیۃ العلمائے اسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکالمۃ الصدرین

یعنی

وہ معرکۃ الآرا گفت و شنید جو یکم محرم ۱۳۶۵ھ مطابق ۷ دسمبر ۱۹۴۵ء کو حالاتِ حاضرہ پر مقام دیوبند جانشین شیخ الہند امام المفسرین حضرت علامہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی صدر کل ہند جمعیۃ العلمائے اسلام اور وفد اکابر جمعیۃ العلمائے ہند کے درمیان تقریباً سوا تین گھنٹہ جاری رہی جس سے ہر دو جماعت کے رجحانات قلبی و مکنونات باطنی پوری طرح ایک دوسرے کے سامنے آگئے اور متلاشی حق کے لئے جو گفت و شنید نے بہت سی آسانیاں پیدا کر دیں۔

مرتبہ

احقر طاہر احمد القاسمی کان اللہ لہٗ رکن مجلس عاملہ آل انڈیا جمعیۃ العلمائے اسلام

شائع کردہ شعبۂ نشر و اشاعت آل انڈیا مسلم لیگ دہلی

پیش لفظ

۷ر دسمبر ۱۹۴۵ء

وہ معرکۃ الآرا مکالمہ جو اس وقت ناظرین کے ہاتھوں میں ہے فی الحقیقت تمام مسلمانوں کے لئے ایک شمع ہدایت ہے جس سے بہ آسانی وہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور ان کا استقلال کس راستہ پر چلنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی جو اس وقت ہندوستان کے یگانہ روزگار علماء میں سے ہیں اور جو جماعت دیوبند کے مسلّم اکابر میں سے ہیں ان کا تبحر علمی محتاجِ تشریح نہیں۔ تبحر علمی کے ساتھ ساتھ ان کی سیاسی معلومات سونے پر سہاگہ ہے۔ حضرت علامہ عثمانی اور وفد جمعیۃ العلماء ہند کے درمیان گفت و شنید کو احقر نے قلمبند کیا اور جہاں وضاحت کی ضرورت سمجھی وہاں قوسین میں عبارت کا اضافہ کر دیا تاکہ مکالمہ کی اصل عبارت میں امتیاز رہے۔ احقر نے مزید احتیاط یہ کی کہ حضرت علامہ عثمانی کو یہ تمام مکالمہ قلمبند کر کے حرفاً حرفاً دکھلایا۔ اور حضرت ممدوح نے جہاں جہاں ترمیم یا اضافہ کی ضرورت سمجھی وہ فرما دیا اب یہ کہنا درست ہے کہ یہ مکالمہ حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی کا مصدقہ ہے۔ خدا تعالیٰ اس کے ذریعہ سے سیاسی پیچیدگیوں میں الجھے ہوئے مسلمانوں کو صاف اور روشن راستہ دکھلائے اور مسلمان زیادہ سے زیادہ تعداد میں اپنے قومی و سیاسی پلیٹ فارم کی ضرورت و اہمیت کو تسلیم کر کے دامے۔ درمے۔ قدمے۔ سخنے مساعی ہوں۔ فقط۔

طاہر احمد القاسمی از آستانہ قاسمی دیوبند

۱۹ر محرم الحرام ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۵ر دسمبر ۱۹۴۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکالمۃ الصدرین

گفت و شنید کی ابتداء کیسے ہوئی؟

غالباً یکم دسمبر ۱۹۴۵ء کو مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلماء ہند دہلی اپنی کسی ضرورت سے دیوبند تشریف لائے تھے رسوخ زدہ حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی کے دولتکدہ پر بھی بغرض عیادت و مزاج پرسی حاضر ہوئے۔ دوران مزاج پرسی میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے علامہ عثمانی سے فرمایا کہ ہمیں کچھ آپ سے حالات حاضرہ پر نیازمندانہ گذارشات کرنی ہیں۔ مسئلہ پر شرعی حیثیت سے تو ہم آپ سے کیا گفتگو کرتے یہ درجہ تو ہمارا نہیں البتہ کچھ واقعات ایسے بیان کرنے ہیں جن کے متعلق ہمارا خیال ہے کہ شاید وہ آپ کے علم میں نہ آئے ہوں۔ ممکن ہے کہ ان واقعات کو سنکر حضرت والا کی جو رائے قائم شدہ ہے اس میں تغیر ہو جائے۔

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ میں گفتگو کے لئے ہر وقت حاضر ہوں۔ جب دل چاہے تشریف لائیں۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ اس گفتگو میں میرے ساتھ مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی ناظم ندوۃ المصنفین دہلی برادر زادہ علامہ عثمانی کوئی تیسرے صاحب جو مناسب ہوں شریک ہوں گے۔ اس کے بعد وہ ۵ دسمبر ۱۹۴۵ء کو مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کا دہلی سے ایک خط بذریعہ ڈاک بنام علامہ عثمانی موصول ہوا جو بجنسہٖ درج ذیل ہے۔

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کا خط بنام حضرت علامہ عثمانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از ندوۃ المصنفین دہلی

۲۷ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ ذو المجد والکرم اوستاذی ادام اللہ فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مزاج اقدس۔ کل دیوبند سے نو بجے صبح چلکر دہلی پہونچ گیا۔ حضرت مولانا حسین احمد صاحب سے شب میں گفتگو کے بعد معلوم ہوا کہ جمعیۃ العلماء ہند کی ایک خصوصی مجلس مشاورت وہ جمعرات کے روز دیوبند بلانا چاہتے ہیں۔ تاکہ جمعیۃ العلماء سے متعلق بعض اہم معاملات پر گفتگو ہو سکے۔ اس مشاورت میں غالباً حضرت مفتی صاحب (مولانا کفایت اللہ صاحب) اور

مولانا احمد سعید صاحب بھی شرکت فرمائیں گے۔

میں نے اپنے اُس معروضہ کے پیشِ نظر جو حضرتِ والا میں حاضر ہو کر پیش کیا تھا اب یہ مناسب سمجھا کہ مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب اور میں جمعرات کو شب میں پہونچیں اور جمعہ کے دن گذارشات پیش کریں اب میری یہ بھی رائے ہوگی کہ اکابر جمعیۃ العلماء بھی اس گفتگو میں حصہ لیں۔ تو اکابر علمائے دیوبند کے سیاسی افکار کی یکجہتی میں انشاء اللہ بہت مدد ملے گی۔ اگر میری گذارشات منظور ہوئیں تو جمعہ کے دن آٹھ بجے یہ گفتگو آپ ہی کے دولتکدہ پر ہو جائے تو بہت بہتر باقی اپنی مشاورت تو شب میں اور باقی دوسرے وقت میں بھی ہو سکتی ہے

خادم محمد حفظ الرحمٰن کان اللہ لہٗ

۲۷ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ

اس پروگرام کے بموجب ۴ دسمبر ۱۹۴۵ء یوم جمعہ کو ساڑھے آٹھ بجے (۱) حضرت مولانا حسین احمد صاحب صدر جمعیۃ العلمائے ہند (۲) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب سابق صدر جمعیۃ العلمائے ہند (۳) حضرت مولانا احمد سعید صاحب سابق ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلمائے ہند (۴) مولانا حفظ الرحمٰن صاحب حال ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلماء ہند (۵) مولانا عبد الحلیم صاحب صدیقی (۶) مولانا عبد المنان صاحب (۷) مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب، علامہ عثمانی کے دولتکدہ پر تشریف لائے۔ علامہ عثمانی نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ ان حضرات سے ملے کچھ دیر مزاج پرسی ہوتی رہی۔ عیادت کے بعد چند منٹ مجلس پر سکوت طاری رہا۔ یہ خاموشی غالباً اس لئے تھی کہ کون ابتدا کرے اور کس نوعیت سے مسئلہ پر گفتگو کا آغاز ہو۔

چونکہ علامہ عثمانی کو ابتدا کرنا مقصود نہ تھا اور یہ حضرات از خود تشریف لائے تھے اس لئے علامہ عثمانی بھی خاموش رہے۔ آخر مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے مسائل حاضرہ پر گفتگو کی ابتدا کی اور ایک طویل تقریر فرمائی جو تقریباً پون گھنٹہ جاری رہی۔ علامہ عثمانی برابر اس تقریر کو بغور سنتے رہے۔ جب وہ تقریر فرما چکے تو علامہ عثمانی نے فرمایا کہ مجھے پورے الفاظ اور اجزاء تو آپ کی لمبی چوڑی گفتگو کے محفوظ نہیں رہے البتہ جو تلخیص میرے ذہن میں آئی ہے اس کے جوابات بلا لحاظ ترتیب عرض کروں گا۔ اگر کوئی ضروری بات رہ جائے تو آپ یاد دلا کر اس کا جواب مجھ سے لے سکتے ہیں۔

اس گفت و شنید کا سلسلہ سوا تین گھنٹہ مسلسل جاری رہا۔ اس مکالمہ میں سب سے زیادہ حصہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب لیتے رہے اور دوسرے درجہ میں مولانا احمد سعید صاحب ان کے شریک رہے۔ کبھی کبھی اور صاحب بھی کچھ بول پڑتے تھے۔ لیکن حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نے جو مزاج پرسی کے بعد سکوت اختیار فرمایا وہ ختم مجلس تک ختم نہیں ہوا۔ کسی موقعہ پر بھی ایک حرف نہیں بولے۔

علامہ عثمانی کو اس طویل سکوت پر خود حیرت تھی وہ بحث میں تو کیا حصہ لیتے اشارۃً کنایۃً بھی کسی موضوع پر اثباتاً یا نفیاً کسی طرح کا اظہار خیال نہیں فرمایا۔ آخر مجلس میں حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی کچھ بولے جو تقریباً دس پندرہ منٹ سے زیادہ نہ تھا۔

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی تقریر کا خلاصہ

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ کلکتہ میں جمعیۃ العلمائے اسلام حکومت کی مالی امداد اور اس کے ایماء سے

قائم ہوئی ہے۔ مولانا آزاد سبحانی جمعیۃ العلماء اسلام کے سلسلہ میں دہلی آئے اور حکیم دلبر حسن صاحب کے ہاں قیام کیا جن کی نسبت عام طور پر لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ سرکاری آدمی ہیں۔ مولانا آزاد سبحانی صاحب اسی قیام کے دوران میں پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ آف انڈیا کے ایک مسلمان اعلیٰ عہدہ دار سے ملے جن کا نام بھی قدرے شبہ کے ساتھ بتلایا گیا اور مولانا آزاد نے یہ خیال ظاہر کیا کہ ہم جمعیۃ العلماء ہند کے اقتدار کو توڑنے کے لئے ایک علماء کی جمعیت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ گفتگو کے بعد کے طے ہوا کہ گورنمنٹ ان کو کافی امداد اس مقصد کے لئے دے گی۔ چنانچہ ایک بیش قرار رقم اس کے لئے منظور کر لی گئی اور اس کی ایک قسط مولانا آزاد سبحانی صاحب کے حوالہ بھی کر دی گئی۔ اس روپیہ سے کلکتہ میں کام شروع کیا گیا۔ مولوی حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ یہ اس قدر یقینی روایت ہے کہ اگر آپ اطمینان فرمانا چاہیں تو ہم اطمینان نکال سکتے ہیں۔ چنانچہ مولانا آزاد سبحانی صاحب سے اس کے بعد کلکتہ میں جلسہ کیا۔ جلسہ میں انھوں نے جو کچھ بکواس کی وہ آپ کے علم میں ہے۔ ان کی تلون مزاجی بھی سب کو معلوم ہے۔ ایک زمانہ میں وہ گاندھی کے ساتھ سایہ کی طرح رہتے تھے۔ پھر کچھ دنوں بعد ان کے خلاف ہو گئے۔ بہر حال اس مسلمان افسر کا تبادلہ ہو گیا اور ایک ہندو اس کی جگہ آ گیا۔ جس نے گورنمنٹ کو ایک نوٹ لکھا۔ جس میں دکھلایا گیا کہ ایسے لوگوں یا انجمنوں پر حکومت کا روپیہ صرف ہونا بالکل بے کار ہے اس پر آئندہ کے لئے امداد بند ہو گئی۔ اسی ضمن میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداءً حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا۔ اس کے بعد مولوی حفظ الرحمٰن صاحب نے پاکستان کی صورت میں جو نقصانات ان کے نزدیک تھے وہ ذرا بسط کے ساتھ بیان کئے اور دکھلایا کہ مسلمانوں کے لئے نظریۂ پاکستان سراسر مضر ہے۔

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ آپ نے کلام اس قدر طویل کر دیا ہے کہ نمبردار ہر ایک چیز کا جواب دینا مشکل ہے۔ میں جو کچھ یاد رکھ سکا ہوں ان کے جوابات دوں گا۔ اگر کسی چیز کو بھول جاؤں تو آپ مجھے یاد دلا کر اس کا جواب لے لیں۔

علامہ عثمانی کا جواب

پہلے میں اس معاملہ کی نسبت گفتگو شروع کرتا ہوں جو آپ نے مولانا آزاد سبحانی کے متعلق بیان فرمایا ہے۔ جو روایت آپ نے بیان کی میں نہ اس کی تصدیق کرتا ہوں نہ تکذیب۔ ممکن ہے آپ صحیح کہتے ہوں۔ مجھے اس سے پہلے ہی بذریعہ بے نام خط کے (جو دہلی سے ڈالا گیا تھا) یہی بتلایا گیا تھا اور مجھے بھی اس خط میں دھمکی دی گئی تھی۔ یہ روایت صحیح ہو یا غلط۔ بہر حال میرے علم میں آ چکی ہے۔ لیکن اس روایت سے مجھ پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ اور میری رائے کیا متاثر ہو سکتی ہے۔ میں نے جو رائے پاکستان وغیرہ کے متعلق قائم کی ہے وہ بالکل خلوص پر مبنی ہے جمعیۃ العلماء اسلام میں آزاد سبحانی رہیں یا نہ رہیں۔ جمعیۃ العلماء اسلام خود قائم رہے یا نہ رہے میری رائے جب بھی یہی رہے گی کہ مسلمانوں کے لئے پاکستان مفید ہے۔ اگر میں تھوڑی دیر کے لئے اس روایت کو تسلیم بھی کر لوں کہ جمعیۃ العلماء اسلام گورنمنٹ کے ایما سے قائم ہوئی ہے تو میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کانگریس کی ابتدا کس نے کی تھی اور کس طرح ہوئی تھی؟ آپ کو معلوم ہے کہ ابتداءً اس کا قیام ایک دانشور کے اشارہ پر ہوا تھا (اور بعد میں وہ گورنمنٹ کی وفاداری کے راگ الاپتی رہی ہے مرتب) بہت سی چیزوں کی ابتدا غلط ہوتی ہے مگر انجام میں اچھی ثابت ہوتی ہیں۔ اچھی چیز جاری کرنی ہے۔ ہم نے مولانا آزاد سبحانی یا جمعیۃ العلماء اسلام کی وجہ سے مسلم لیگ کی تائید نہیں کی بلکہ دیانتاً یہ رائے قائم کی ہے کہ مسلمانوں کا ایک مرکز اور ایک پلیٹ فارم ہونا چاہیئے۔ اور ہر ملت کو اس کی پشت پناہی اور اصلاح میں جد و جہد کرنی چاہیئے۔ عام دستور ہے کہ جب کوئی مخلص کسی سیاسی جماعت یا تحریک کا مخالف ہوتا ہے تو اس قسم کی باتیں اس کے حق میں مشتہر کی جاتی ہیں۔ دیکھئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب

نانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے آپ کے مسلم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت کی طرف سے دیئے جاتے تھے۔ اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ گو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم نہیں تھا کہ روپیہ حکومت دیتی ہے۔ مگر حکومت یہ رقم ایسے عنوان سے دیتی تھی کہ ان کو اس کا شبہ بھی نہ گذرتا تھا۔ اب اسی طرح اگر حکومت مجھے یا کسی شخص کو استعمال کرے مگر اس کو یہ علم نہ ہو کہ اُسے استعمال کیا جا رہا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ شرعاً اس میں ماخوذ نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد علامہ عثمانی نے اشارہ کر کے فرمایا کہ ان مولوی عتیق الرحمٰن صاحب سے آپ پوچھئے کہ معاملات دار العلوم کے سلسلہ میں دیوبند کے بعض پارٹی باز اشخاص نے ان کے سامنے نہایت قطعی الفاظ میں کیا یہ نہیں کہا تھا کہ والسرائے کے دفتر میں ہم اپنی آنکھوں سے وہ چٹھی دیکھ آئے ہیں جس کے ذریعہ مولانا مدنی کو شبیر احمد عثمانی نے گرفتار کرایا ہے (فاعانۃ اللہ علی الکاذبین) لیکن میں پوچھتا ہوں کیا اس میں ذرا بھی کوئی اصلیت ہے۔ اس پر مولوی عتیق الرحمٰن صاحب نے آنکھیں نیچی کر لیں اور خاموش ہو رہے۔ اس کے بعد علامہ عثمانی نے فرمایا کہ آپ حضرات کے متعلق بھی عام طور پر مشہور کیا جاتا ہے کہ آپ ہندوؤں سے روپیہ لیکر کھا رہے ہیں کیا یہ صحیح چیز ہے یا۔ اب ہمیں ان سب قصوں سے بالکل علیحدہ رہکر غور کرنا چاہئے کہ کونسا راستہ اختیار کرنے میں مسلمانوں کا فائدہ ہے۔ اور کس راستہ میں ان کا نقصان (قطع نظر اس سے کہ وہ بات انگریز کے ایجنٹ کی زبان سے نکلے یا کوئی ہندو کا دلال کہے۔ مرتب)

الخطاب میں مزید گفتگو سے پہلے تین چیزیں دریافت کرنا چاہتا ہوں؟

گفتگو کا محور

پہلی چیز دریافت طلب یہ ہے کہ (۱) جو فارمولا جمعیۃ العلمائے ہند نے پاکستان کا نعم البدل ظاہر کر کے ملک کے سامنے پیش کیا اور جس کا حوالہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے اپنی تقریر میں بھی دیا ہے اس فارمولا کو آپ حضرات نے کم از کم کانگریس سے منوا لیا ہے یا نہیں؟

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے اس کا جواب نفی میں دیتے ہوئے کچھ اعذار بیان کئے۔ علامہ عثمانی صاحب کو چونکہ ان اعذار سے کچھ بحث نہیں تھی اس لئے فرمایا کہ اعذار کچھ بھی ہوں، میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کا فارمولا کانگریس نے تسلیم کر لیا ہے یا نہیں۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ ہمارا یہ اصول نہیں ہے کہ ہم جنگ آزادی کی شرط کے طور پر ہندوؤں سے کوئی چیز منوالیں۔

(۲) دوسری بات یہ معلوم کرنی ہے کہ آپ جو کچھ گفتگو اس وقت مجھ سے فرمانا چاہتے ہیں وہ کس تقدیر پر ہے۔ آیا یہ فرض کرتے ہوئے کہ انگریز حکومت ہندوستان سے چلی گئی ہے۔ یا جا رہی ہے۔ یا یہ مان کر ابھی وہ موجود ہے اور سر دست جا نہیں رہی۔ گویا جو کچھ لینا ہے اُسی سے لینا ہے۔

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ انگریزی حکومت ابھی ہندوستان میں موجود ہے اس کی موجودگی تسلیم کرتے ہوئے جو کچھ لینا ہے اُسی سے لینا ہوگا۔

(۳) تیسری بات دریافت طلب یہ ہے کہ آپ حضرات جو انقلاب اس وقت چاہتے ہیں وہ فوجی انقلاب ہے یا آئینی۔ اس کا جواب دیا گیا کہ فوجی انقلاب کا تو اس وقت کوئی موقعہ ہی نہیں۔ نہ فی الحال اس کا امکان ہے نہ اس کے وسائل مہیا ہیں۔ اس وقت تو آئینی انقلاب کی زیر بحث ہے۔

علامہ عثمانی نے بحث کا رخ معین کرالیا

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ بس اب بحث کا رخ متعین ہوگیا۔ اب کلام اس پر رہے گا کہ برسرِ دست انگریزی حکومت کی موجودگی کے باوجود آئینی انقلاب میں کون سا راستہ مسلمانوں کے لئے مفید ہے۔ آیا وہ راستہ جو جمعیۃ العلماء ہند نے تجویز کیا ہے۔ یا پاکستان کا راستہ جو مسلم لیگ اختیار کر رہی ہے۔

پاکستان کے نقصانات کا اظہار وفد جمعیۃ العلماء ہند کی طرف سے

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے اپنے طویل تقریر میں فرمایا کہ پاکستان قائم ہونے میں مسلمانوں کا سراسر نقصان اور ہندوؤں کا فائدہ ہے۔ بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت ۵۳ فی صدی ہے۔ فلاں صوبہ میں اس قدر۔ فلاں میں اتنی۔ اور آسام میں اکثریت دوسروں کی ہے۔ ہر جگہ مسلم اکثریت کے صوبوں میں غیر مسلم اقلیت اتنی زبردست ہے کہ مسلمان اس سے کسی طرح بھی عہدہ برآ نہ ہو سکیں گے۔ اور بہت سی تھوڑی اکثریت کچھ نہ کر سکے گی۔ بلکہ ہمیشہ معرضِ خطر میں رہے گی۔ اور ہر مرحلہ پر یہ کہہ ہی چکے ہیں کہ پاکستان میں جمہوری طرز کی حکومت ہوگی۔ ایسی شکل میں ظاہر ہے مسلمانوں کو پاکستان سے کوئی بھی فائدہ نہ ہوگا۔ بلکہ تنظیم۔ دولت اور تعلیم وغیرہ میں پست ہونے کی وجہ سے تریپن ۵۳ فی صدی مسلمانوں کی اکثریت سینتالیس ۴۷ فی صدی غیر مسلم اقلیت ہی کے عملاً تابع و محکوم رہے گی۔ سکھ نہایت جنگجو قوم ہے وہ کسی طرح بھی پاکستان قائم نہ رہنے دے گی۔ اور ہر جاٹوں کی قوم ہے وہ بھی مسلمانوں کو چین سے نہ بیٹھنے دے گی۔

پاکستان ہر ہر صوبہ کا جُدا جُدا بنے گا یا تمام مسلم صوبوں کا پاکستان ایک ہوگا

اس موقعہ پر علامہ عثمانی نے پوچھا کہ کیا آپ کے نزدیک پاکستان کا مطالبہ کرنے والے صوبہ وار چھ پاکستان بنانا چاہتے ہیں یا تمام مسلم اکثریت والے صوبوں کا ایک پاکستان مطلوب ہے؟ جواب دیا گیا کہ نہیں پاکستان تو ایک ہی بنانا چاہتے ہیں۔ علامہ عثمانی نے فرمایا تب صوبجاتی اعداد کی گفتگو اس موقع پر بیکار ہے۔

جمعیۃ العلماء اور مسلم لیگ کے فارمولا کے جُدا جُدا نتائج

مولانا عثمانی نے فرمایا تو اس وقت ہم کو پاکستان کی مرکزی حکومت میں یہ دیکھنا چاہئے کہ مسلم اور غیر مسلم آبادی میں کیا تناسب مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی طرف سے کہا گیا کہ پاکستان میں مجموعی تعداد مسلمانوں کی چھ کروڑ ہوگی اور غیر مسلم تین کروڑ ہوں گے۔ علامہ

عثمانی نے فرمایا کہ یہ تعداد غلط ہے۔ مجموعہ میں مسلمان تقریباً سوا سات کروڑ ہیں لیکن ہم سات کروڑ تسلیم کئے لیتے ہیں اور غیر مسلم جو تین کروڑ سے کم ہیں ان کو پورے تین کروڑ کر لیا جائے۔ اس تعداد سے سات اور تین کی نسبت مسلم و غیر مسلم کے درمیان ہوگی اور مجموعہ آبادی میں آپ کے فرمانے کے مطابق ساٹھ اور چالیس کی نسبت ہوگی یعنی مسلمان ساٹھ فی صدی اور غیر مسلم چالیس فی صدی ہوں گے۔ (حالانکہ اس صورت میں مجموعہ میں مسلمان واقعتاً ستر فی صدی اور غیر مسلم تیس فی صدی ہوتے ہیں)

حضرت علامہ کا مسکت و حقیقت افروز جواب

اور

وفد جمعیۃ العلماء کی لاجوابی

مگر علامہ عثمانی نے اس وقت اس سے بھی اغماض برتے اور ان کے ہی بیان کردہ تناسب کو صحیح مان کر اس پر کلام فرمایا۔ آپ نے کہا کہ اب آپ اپنے فارمولا پر نظر ڈالئے۔ کہ اس میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کا مرکزی حکومت میں کیا تناسب رہتا ہے تو آپ کے فارمولا کی رو سے مرکز میں چالیس مسلمان ہوں گے اور چالیس ہندو اور بیس فی صدی میں دیگر اقلیتیں ہوں گی۔ اس طرح سے آپ کے فارمولا کے لحاظ سے غیر مسلموں کی تعداد ساٹھ فی صدی اور مسلمانوں کی تعداد چالیس فی صدی ہوئی۔ اور مسلم لیگ کے پاکستانی فارمولا میں (جیسا کہ آپ کے ہی نسبت علی العکس رہے گی یعنی) ساٹھ فی صدی مسلمان اور چالیس فی صدی غیر مسلم ہوں گے (حالانکہ حقیقی تناسب پاکستانی فارمولا میں ستر فی صدی اور تیس فی صدی کا ہوتا ہے) اب آپ ہی انصاف سے فرمائیے کہ آپ کے اس فارمولا سے مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچا (ہم اگر ساٹھ فی صدی رہتے ہوئے بھی کچھ نہیں کر سکتے تو چالیس فی صدی میں کیا کر سکیں گے)

(نوٹ۔ جمعیۃ العلماء کے فارمولا میں یہ بھی مندرج ہے کہ خالص اسلامی مسائل میں وہ تنہا مسلمان اگر کسی چیز کے مخالف ہوں گے تو وہ چیز مسلمانوں کے لئے قبول نہیں کی جائے گی۔ اس شرط سے کسی درجہ میں مفر اور کنارا تو ہو سکتا ہے لیکن خاص مسلمانوں کے حق میں حضروری یا منفیہ امور ہوں ان کے خاطر خواہ حاصل ہونے کی کوئی تدبیر نہیں کیونکہ مرکز میں مسلم تعداد چالیس اور غیر مسلم تعداد ساٹھ فی صدی ہوگی۔ ایسی تمام تجاویز غیر مسلم اکثریت کی رحم و کرم پر رہیں گی۔ اور یہ معاملہ بھی کہ خالص اسلامی مسئلہ کون سا ہے اکثریت ہی سے طے ہوگا)

اس موقع پر کہا گیا کہ عیسائی ہمارے ساتھ ہو جائیں گے۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ یہ عجیب بات ہے کہ جب پاکستان کا فارمولا سامنے آتا ہے تو عیسائی مسلمانوں سے علیحدہ غیر مسلم بلاک میں شمار کئے جاتے ہیں اور جب جمعیۃ العلماء ہند کا (مقدس) فارمولا پیش کیا جاتا ہے تو وہی عیسائی دگو یا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتے ہیں اور) مسلمانوں کے سائیڈ میں شمار کئے جانے لگتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ غیر مسلم سب کے سب بہر صورت ایک ہی شمار ہونگے (الکفر ملۃ واحدۃ) اور خالص مسلمانوں کو ان سب کے مقابل رکھکر مسئلہ پر غور کرنا چاہئے۔ وفد جمعیۃ العلماء نے آخر کار اس کو تسلیم کر لیا

اگر پاکستان ہندو کے لئے مفید ہے تو وہ اس کی مخالفت کے لئے اس قدر مضطرب کیوں ہے؟

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ آپ کا یہ دعویٰ کہ پاکستان قائم ہونے میں سراسر مسلمانوں کا نقصان اور ہندوؤں کا فائدہ ہے۔ اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو کیا آپ یہ تبلا سکتے ہیں کہ ہندو پاکستان سے پھر کیوں اس درجہ مضطرب و خائف اور اس کی انتہائی مخالفت پر تلا ہوا ہے۔ کیا آپ باور کر سکتے ہیں کہ ہندو پاکستان کی مخالفت محض اس لئے کر رہا ہے کہ اس میں مسلمانوں کا نقصان ہے اور وہ کسی طرح بھی مسلمانوں کا نقصان دیکھنے کو تیار نہیں۔ ان کا تو اعلان یہ ہے کہ جو جماعت یا جو شخص بھی پاکستان اور مسلم لیگ کے خلاف کھڑا ہوگا کانگریس اس کی ہر طرح امداد کرے گی۔

(اس دعوے کا تعلق کسی شخص خاص سے نہیں کانگریس کے پورے ادارے سے ہے، اور ان کا قول ہے پاکستان جاری لائنوں پر ہی بن سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ آخر یہ پُرزور اور انتہائی مخالفت کیوں ہے۔ اس کے جواب میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ ان کی کوئی مصلحت ہوگی۔ لیکن اس کا کوئی معقول جواب نہیں دیا گیا۔ اور بار بار اس پہلو سے گریز کیا جاتا رہا۔

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ اس کی جو کچھ بھی مصلحت ہو آخر آپ حضرات نے بھی کچھ غور کیا کہ وہ مصلحت کیا ہو سکتی ہے۔ میرے نزدیک ان کی مخالفت کی وجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ انگریز کی حکومت تو سر دست اور پر قائم ہے جسے آپ خود شروع میں تسلیم کر چکے ہیں ہندو یہ چاہتا ہے کہ انگریزی حکومت کے زیر سایہ دس کروڑ مسلمانوں میں سے ایک شخص کی گردن پر سے بھی ہندو اکثریت کا جوا کبھی اور کہیں اُترنے نہ پائے اور اس طرح مسلمان ہمیشہ انگریز اور ہندو کی ڈبل غلامی میں باختیار خود پستے رہیں۔ علامہ عثمانی نے کئی بار اس چیز کو ان لوگوں سے پوچھا مگر ادھر سے کوئی شافی جواب ہاتھ نہ آیا۔ اس کے بعد جمعیۃ العلماء ہند کے وفد کی طرف سے کہا گیا کہ اچھا اگر پاکستان بن جائے تو تین کروڑ کی مسلم اقلیت ہندو صوبوں میں رہے گی اس کی حفاظت کا کیا انتظام ہوگا۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ ان کے لئے معاہدات ہوں گے۔ ان ہی معاہدات کے ماتحت مسلم اقلیت ان کے ہاں اور ہندو اقلیت ہمارے یہاں رہے گی اور ہر ایک کا ہاتھ دوسرے کے تلے دبا رہے گا۔ آخر اکھنڈ ہندوستان میں دس کروڑ مسلمانوں کی حفاظت کس طرح ہوگی۔ اس کے بعد مولانا حفظ الرحمٰن صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب نے موضوع گفتگو بدل کر کہا۔

علیگڈھ کالج پر اتہام

اجی حضرت یہ علیگڈھ کے نیچری علماء کے وقار کے دشمن ہیں۔ یہ لوگ اگر مسلمانوں کے رہنما بن گئے تو دین کو برباد کر دیا گے۔ علماء کو مٹا دیں گے۔ اسی سلسلہ میں ان بدتمیزیوں کا بھی ذکر کیا گیا جو بعض مقامات میں مولانا حسین احمد صاحب کے ساتھ کی گئی تھیں۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی کہا کہ مسلم لیگ راجاؤں۔ نوابوں۔ خطاب یافتہ لوگوں کی جماعت ہے۔ سر فیروز خاں نون کے متعلق فرمایا کہ وہ حکومت کے اشارہ سے مستعفی ہو کر مسلم لیگ میں داخل ہوئے ہیں اور وہ کھلے طور پر سرکاری آدمی ہیں۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ سر فیروز خاں نون کے متعلق میں بحث

نہیں کرتا۔ آپ جو چاہے کہیں لیکن سر جناح کے متعلق کبھی میرا یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ سرکاری آدمی ہیں یا وہ کسی دباؤ یا لالچ میں آ سکتے یا کسی قیمت پر خریدے جا سکتے ہیں۔

مولانا احمد سعید صاحب کے اس کہنے پر کہ علیگڈھ کے تعلیم یافتہ اور دوسرے بعض فرقے علماء کا اقتدار مٹانا اور دین کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ علامہ عثمانی نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو مشکلات ہوئیں ان کا حل آپ کے ذہن میں کیا ہے۔ وہ بھی تو فرمائیے۔ اس پر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور کچھ خاموشی سی طاری ہو گئی۔ پھر وفد کی طرف سے کہا گیا کہ حضرت آپ ہی فرمائیں کیا حل ہے۔ حضرت علامہ نے فرمایا کہ یہ خوب رہی مشکلات تو بیان فرمائیں آپ اور حل بتلائیں میں۔ آخر آپ نے بھی تو کچھ اس کا حل سوچا ہو گا۔

علماء کی مشکلات کا حل علامہ عثمانی کی طرف سے

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ اچھا لیجئے میں ہی اس کا حل عرض کرتا ہوں۔ میرے نزدیک اس کا حل صرف ایک ہے اور وہ یہ ہی کہ آپ سب حضرات ملکر مسلم لیگ میں داخل ہو جائیں اور داخل ہو کر اس پر قبضہ کریں۔ اور ایک دو مہینے دورہ کر کے تین چار لاکھ دو آنہ والے ممبر مسلم لیگ کے بھرتی کرائیں۔ جب ہمارے ہم خیال ممبران کی اتنی بھاری تعداد مسلم لیگ میں داخل ہو جائے گی تو پھر ہم عوام کے ذریعہ سے جو مفید صورت مسلمانوں کے لئے ہو گی بہ آسانی بروئے کار لا سکیں گے۔ کیا ہمارا اثر عوام پر اتنا بھی نہیں کہ ہم دو چار لاکھ ممبران بھرتی کرا سکیں۔ میں اس کے لئے تیار ہوں کہ آپ حضرات کے ساتھ مل کر اس کام میں حصہ لوں۔ میرے نزدیک تو اصلاح کی یہ ہی بہترین شکل ہے۔ اس پر مولانا احمد سعید صاحب نے فرمایا کہ یہ تو صحیح لیکن جب ہم لوگ ایسا کریں گے تو یہ راجے مہاراجے نواب اور سر مسلم لیگ سے علیحدہ ہو کر دوسری مسلم لیگ بنائیں گے۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ اگر وہ نئی مسلم لیگ بنا ہی لیں گے تو اس سے کیا ہو گا۔ عوام کی طاقت تو ہمارے ہی ساتھ رہے گی۔

(سر شفیع مرحوم نے بھی تو ایک زمانہ میں شفیع لیگ بنائی تھی لیکن اس کا حشر کیا ہوا۔ جب شفیع صاحب رحلت کر گئے ان ہی کے ساتھ ان کی لیگ بھی ختم ہو گئی اور بالطبع عوام وہ کبھی بھی پیدا نہ کر سکے)

(ان بدتمیزیوں کا قصہ جو آپ کے ساتھ ہوئیں اس کے متعلق آپ کو معلوم ہے کہ میں نے جو پیغام جمعیۃ العلماء اسلام کے اجلاس کلکتہ کے موقعہ پر بھیجا تھا اس میں صاف طور سے لکھ دیا تھا کہ یہ پرلے درجہ کی شقاوت و حماقت ہے کہ قائد اعظم کو کافر اعظم کہا جائے یا مولانا حسین احمد وغیرہ کے ساتھ کوئی ناشائستہ سلوک کیا جائے۔

انگریزی خواں طلباء کی شکایت کرنے سے پہلے طلباء دار العلوم دیوبند کی اصلاح کیجئے

اس موقعہ پر مجھے ایک بات کہنی پڑتی ہے وہ یہ کہ جن انگریزی خواں طلباء کے رویہ کی آپ شکایت فرما رہے ہیں وہ نہ تو آپ

کے مرید ہیں نہ شاگرد۔ نہ اُنھوں نے کسی دینی ماحول میں تربیت پائی ہے (اور سمجھتے یہ ہیں کہ آپ مسلم قوم کو ہندوؤں کی ذہنی غلامی میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں) اس کے بالمقابل جو عربی مدارس کے طلبا، آپ کے شاگرد آپ کے مرید اور دینی ماحول بلکہ مرکزِ دین و اخلاق میں تربیت پانے والے ہیں ذرا اُدھر بھی تو دیکھئے کہ اُنھوں نے کیا کچھ کیا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے طلبا نے جو گندی گالیاں اور فحش اشتہارات اور کارٹون ہمارے متعلق چسپاں کئے جن میں ہم کو ابوجہل تک کہا گیا اور ہمارا جنازہ نکالا گیا آپ حضرات نے اس کا بھی کوئی نوٹس لیا تھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت دارالعلوم کے تمام مدرسین مہتمم اور مفتی سمیت (باستثنا ایک دو کے) بالواسطہ یا بلاواسطہ مجھ سے نسبتِ تلمذ رکھتے تھے۔ دارالعلوم کے طلبا نے میرے قتل تک کے حلف اُٹھائے۔ اور وہ فحش اور گندے مضامین میرے دروازہ میں پھینکے کہ اگر ہماری ماں بہنوں کی نظر پڑ جاتے تو ہماری آنکھیں شرم سے جھک جاتیں۔ کیا آپ میں سے کسی نے بھی اس پر ملامت کا کوئی جملہ کہا۔ بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ بہت سے لوگ ان کمینہ حرکات پر خوش ہوتے تھے۔

"حریت" اخبار دہلی آج کل جو میری ذاتیات پر نہایت رکیک مضامین لکھ رہا ہے کیا آپ حضرات میں سے کسی نے اس پر بیزاری کا اظہار کیا۔ اس پر سب کی آنکھیں شرم سے جھکی ہوئی تھیں۔ مولانا احمد سعید صاحب نے اتنا فرمایا کہ اجی حضرت عزیز حسن بقائی تو ہمیشہ اسی قسم کی بے ہودہ بکواس کیا کرتا ہے کیا آپ کو معلوم نہیں۔ علامہ عثمانی نے فرمایا اس وقت تو وہ آپ کی حمایت اور ہمنوائی میں سب کچھ کہہ رہا ہے۔ گو مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ایک زمانہ میں اس نے آپ صاحبان کو بھی بُری طرح مجروح کیا تھا۔ لیکن دکھلانا صرف یہ ہے کہ آپ حضرات نے کبھی اس قسم کی چیزوں سے جو ہمارے متعلق کہی گئیں اظہارِ بیزاری نہیں نہ کسی پر ملامت کی۔ ہمنے تو یہ کیا کہ موقع ملنے پر ایسے امور سے پوری قوت کے ساتھ اظہارِ بیزاری کرتے رہے۔

فرقِ عمل

محلہ کسرول مراد آباد کے ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ کیا مولانا حسین احمد صاحب اور مفتی کفایت اللہ صاحب آپ کے نزدیک محض ذاتی مفاد کے لئے ہندوؤں کا ساتھ دے رہے ہیں یا ان کا اجتماع بے دینی اور کفر ہے یا وہ اپنے اوستاد کے مسلک سے ہٹ گئے ہیں؟ میں نے جواب میں لکھا کہ میرے حاشیۂ خیال میں ہی یہ نہیں آسکتا کہ یہ حضرات محض ذاتی مفاد کے لئے ایسا کریں وہ اپنے نزدیک جو حق سمجھتے ہیں کر رہے ہیں اور اسی کو اپنے اوستاد کا مسلک سمجھتے ہیں۔ باقی یہ لازم نہیں کہ جو ان کا خیال ہے وہ واقع میں صحیح ہو نہ ان کی تقلید دوسروں پر واجب ہے۔ اور مذکورہ کا تذکرہ میں نے اس لئے نہیں کیا کہ مجھے کوئی انتقام لینا مقصود ہے میں تو ہر صورت ایسے امور کو برا سمجھتا ہوں۔ دکھلانا صرف یہ ہے کہ ہم نے اپنی بساط کے موافق اس قسم کے امور کو روکنے کی ہمیشہ سعی کی۔

مولانا مدنی کا پاکستان کے خلاف ایک استدلال

اور

علامہ عثمانی کی طرف سے اس کا مسکت جواب

آفر گفتگو میں مولانا حسین احمد صاحب نے اپنی جیب سے دو تین کالم کا ایک مضمون نکال کر تقریباً آٹھ دس منٹ تک پڑھ کر سنایا۔ یہ مضمون ایک انگریز کی تجویز اور رائے پر مشتمل تھا۔ جس میں اس نے ہندوستان کی سیاسیات پر بحث کرتے حکومت برطانیہ کو اس کا ایک حل بتلایا تھا۔ اس مضمون میں یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے اور بمبئی کے بجائے کراچی کو تجارت کا مرکز بنایا جائے۔ گویا اس مضمون کو سنانے کی غرض یہ تھی کہ مسلم لیگ نے جو نظریہ پاکستان پیش کیا ہے وہ اس انگریز کی تجویز پر مبنی ہے۔ اور مسلم لیگ انگریزوں کے اشاروں پر چلنے والی جماعت ہے۔

اسی دوران میں

مولانا احمد سعید کا ایک سوال اور اس کا جواب

مولانا احمد سعید صاحب نے سوال کیا کہ انگریز کی پالیسی ٹکڑے کرنے کی ہے یا جمع کرنے کی۔ یعنی اس کا فائدہ کس جانب میں ہے مطلب یہ تھا کہ ہم جو فاروقی حکومت چاہتے ہیں انگریز کے لئے مہلک ہے اور آپ جو تقسیم ہند چاہتے ہیں یہ صورت حکومت کے لئے مفید و معین ہے۔ علامہ عثمانی نے ارشاد فرمایا کہ میرے نزدیک آپ کے سوال کا ایک جواب نہیں ہو سکتا۔ یعنی آپ کے سوال کے جواب میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انگریز کا فائدہ ہمیشہ ٹکڑے کرنے میں ہے یا نہیں۔ میرا جواب یہ ہے کہ کبھی انگریز کا فائدہ ٹکڑے کرنے میں اور کبھی جمع کرنے میں ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی ایک حالیہ نظیر ملاحظہ فرمائیے برطانیہ نے ترکی اور عرب کے ٹکڑے ٹکڑے کئے۔ عراق۔ شام۔ لبنان۔ حجاز۔ یمن سب کو علیحدہ علیحدہ حصوں میں منقسم کر دیا۔ ایک وقت میں پالیسی یہ تھی اب جو عرب لیگ قائم ہو رہی ہے جس میں تمام عربوں کو روس کے خطرہ سے انگریز متحد کرنا اور ان سب کا ایک بلاک بنانا چاہتا ہے کیا یہ بھی آپ کے نزدیک انگریز کے اشارہ سے نہیں ہو رہا جس کا منشا یہ ہے کہ تمام عرب ممالک کی ایک آہنی دیوار بنا دی جائے۔ اس کو وفد نے تسلیم کیا کہ ٹھیک۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ پھر یہ کہنا صحیح نہیں کہ انگریز کی پالیسی ہمیشہ ٹکڑے کرنا ہے۔ معلوم ہوا کہ کبھی اس کی پالیسی جمع کرنے کی بھی ہوتی ہے۔ اب ہمیں تو یہ سوچنا چاہئے کہ ہمارا فائدہ کس صورت میں ہے خواہ اس میں حکومت کا فائدہ ہو یا نقصان۔ ظاہر ہے کہ ہندو یا مسلمان کسی کے مقابلہ میں بھی گورنمنٹ اپنے مفاد کو بہ اختیار خود نظر انداز نہیں کر سکتی۔

(اسلم لیگ پر مٹنگ پریس دہلی)

نظریہ پاکستان کانگریس اور حکومت دونوں کے نظریوں کے مخالف ہے

اس کے بعد علامہ عثمانی نے فرمایا کہ مولانا حسین احمد صاحب نے جو ایک انگریز کا مضمون پڑھ کر سنایا یہ ایک انگریز کی شخصی رائے اور تجزیہ ہے جواب سے چودہ برس پہلے اُسے پیش کی گئی تھی۔ یہ کہ حکومت برطانیہ کا سب سے بڑا نمائندہ وائسرائے ہند لارڈ ویول ہندوستان پر اس وقت حکمران ہے اس نے اپنی تقریروں میں برملا یہ کہا ہے کہ اس ملک کا مرکز اور اس کی حکومت ایک ہی ہونی چاہیے۔ اس ملک پر کوئی بڑا عمل جراحی نہیں ہو سکتا۔ پہلی مرتبہ یہ تقریر کلکتہ کے کامرس چیمبر میں کی۔ دوسری مرتبہ لیجسلیٹو اسمبلی میں یہی مضمون ادا کیا اور ابھی دو تین ماہ ہوئے کہ راولپنڈی کے دربار میں لارڈ ویول نے یہی کہا کہ اس ملک کی تقسیم نہیں ہو سکتی۔ اس سے پہلے سابق وائسرائے سندھ اور لارڈ لنلتھگو نے بھی سملہ میں اس قسم کی تقریر کی تھی۔ اب آپ حضرات غور فرمائیں کہ آج وائسرائے ہند کے نظریے کی حمایت کانگریس کر رہی ہے یا مسلم لیگ۔

مولانا احمد سعید صاحب نے فرمایا کہ اجی حضرت یہ تو انگریزوں کی چالیں ہیں کہتے تو کچھ ہیں کرتے کچھ ہیں۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ اس انگریز کی تجویز میں بھی تو یہی احتمال ہو سکتا ہے۔ لیکن محبت کے دعوے میں سب سے بڑے (مدعی) کا قول ہم پیش کر سکتے ہیں۔

پاکستان کے قیام پر مولانا مدنی کا ایک اشکال اور اوس کا شافی جواب

اسی سلسلہ میں مولانا حسین احمد صاحب نے فرمایا کہ اچھا اگر پاکستان قائم ہو گیا تو ہندوستان کا دفاع کیسے ہوگا۔ راس نے اگر حملہ کر دیا تو سرحد کے مسلمان بیچارے پس جائیں گے۔ سارا بوجھ ان پر پڑ جائے گا۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ یہ تو آپ مان ہی چکے کہ انگریز ابھی یہاں موجود ہے سردست اگر پاکستان بنائے گا تو وہی بنائے گا۔ سرحدوں کی حفاظت کی بھی کوئی صورت ضرور بنائے گا اور اس کے چلے جانے کی صورت میں بیرونی قوت ہندوستان پر چڑھائی کرے گی تو دونوں حصے مل کر اس کی مدافعت کریں گے۔ اور ہر ایک دوسرے کی آدمی سامان اسلحہ اور روپے سے مدد کرے گا کیوں کہ یہ سب کا مشترکہ مفاد ہوگا۔ ایسا نہیں کریں گے تو سب کا نقصان ہے۔ اس قسم کے دفاع کے کام باہمی معاہدوں سے انجام پائیں گے۔ مولانا احمد سعید صاحب نے فرمایا کہ حضرت معاہدوں کا اعتبار کون پوچھتا ہے۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ جب باہمی معاہدہ آپ سب کچھ کرنے کو تیار ہیں تو معاہدہ کی صورت تو بہرحال اس سے قوی تر ہونی چاہیے۔

جمعیۃ العلماء کی دفاعی طرز حکومت کی تائید کا خیال احتیاج ہنود پر مبنی ہے

پھر آپ کی تقریر کا حال تو یہ ہوا کہ ہم کسی حالت اور کسی وقت میں بھی ہندوؤں کی احتیاج سے باہر نہیں ہو سکتے۔ اور وہ ان کے بدوں کبھی کوئی کام کر سکتے ہیں۔ یہ بات کم از کم شیر دل بہادروں کو زیب نہیں دیتی جو کہتے ہیں کہ ذرا انگریز سے آزادی مل جائے پھر ہم ہندو

(وغیرہ کسی سے نہیں ڈرتے)

نیز آپ دیکھتے ہیں کہ معاہدات ہی کی طاقت تھی کہ روس اور برطانیہ نے مل کر جرمن اور جاپان کو کس طرح پیس ڈالا۔ کیونکہ تینوں کی غرض مشترک تھی۔ پاکستان اور ہندوستان کا معاہدہ جب مشترک ہوگا تو دونوں بذریعہ معاہدات عملی اتحاد کیوں نہیں کر سکتے۔ (گو قومی اتحاد نہ ہو نہ ہی)

موجودہ الیکشن میں علامہ عثمانی کی حمایت لیگ کی کیا وجہ ہے

اس موقع پر مفتی عتیق الرحمٰن صاحب نے علامہ عثمانی سے کہا کہ آپ تو ہمیشہ سیاسیات سے کنارہ کیا کرتے تھے۔ اس الیکشن میں کیا داعیہ ایسا پیش آیا جس کی وجہ سے آپ نے شرکت فرمائی۔

حضرت علامہ نے ارشاد فرمایا کہ اس الیکشن کی نوعیت پچھلے الیکشنوں سے بالکل مختلف ہے۔ حکومت نے صاف لفظوں میں اس کا اعلان کر دیا ہے کہ اس مرتبہ منتخب ہونے والی اسمبلی ہی آئندہ ہندوستان کا مستقل دستور بنائیں گی۔ چونکہ اس الیکشن سے قوموں کی مقدرات کا انحصار وابستہ تھا اس بنا پر میں نے ضروری سمجھا کہ اس بنیادی موقع پر ان مسلمانوں کی مدد کی جائے جو استقلال ملت اور مسلم حق خود ارادیت کے حامی ہیں اس کے بعد فرمایا کہ آپ نے یہ کیا کہا کہ میں سیاسیات سے ہمیشہ علیحدہ رہا ہوں۔ گزشتہ چند سالوں کو چھوڑ دیجئے اس سے پیشتر جمعیۃ العلماء ہند میں ہماری بھی تو کچھ نہ کچھ خدمات رہی ہیں ہم نے بھی تو کچھ معرکے سر کئے ہیں۔ ادھر آپ حضرات طوفانی دورہ کر رہے تھے جس سے میرے نزدیک مسلمانوں کا نقصان کثیر تھا کہ ایسے موقع پر میں سکوت کیسے باقی رکھ سکتا تھا۔ ؎

اگر بہنم کہ نا بینا و چاہ ہست اگر خاموش بنشینم گناہ است

ان وجوہ سے میں نے مسلم لیگ کی تائید و حمایت کی (پھر علامہ عثمانی نے یکایک کوئی اعلان نہیں فرمایا، بلکہ مہینوں پاکستان کے نظریہ پر شرعی و سیاسی حیثیت سے انتہائی غور و تعمق کیا، جب کلکتہ کے اجلاس کل ہند جمعیۃ العلماء اسلام میں اپنا پیغام بھیجا تو استخارہ بھی فرمایا بکمال بصیرت اور شرح صدر کے بعد یہ اقدام فرمایا گیا۔ مرتب) اس کے بعد علامہ عثمانی نے فرمایا کہ پھر میرا اثر ہی کیا ہے۔ ہندوستان میں اگر میری اپیل پر بچے بچے نے نوزائدہ ریاست علی خاں کو دس ہی ووٹ دیدئے تو کیا ہوا۔ آپ حضرات تو ماشاء اللہ بااثر ہیں۔ (موجودہ پروپیگنڈے کی طاقتیں آپ کے ساتھ ہیں) میں تو اب آپ میں ایک اچھوت کی حیثیت رکھتا ہوں۔ کسی نے کہا نہیں یہ بات نہیں آپ کے اعلانات نے ملک میں ہل چل ڈال دی ہے۔

علامہ عثمانی سے سکوت کی درخواست

مولانا احمد سعید صاحب نے فرمایا کہ بہر حال یہ اختلافی مسئلہ ہے۔ اس میں احتمال خطا کا دونوں طرف ہے مگر آپ تو اس قوت سے بیانات دے رہے ہیں کہ اپنے مخالفوں کے لئے کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑتے۔ ذرا کچھ تو نرمی اختیار فرمائیے۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ آپ حضرات تو ماشاء اللہ سب اہل علم ہیں آپ کو معلوم ہے کہ جب احناف و شوافع وغیرہ کے باہمی اختلافی مسائل کی تقریریں آپ اور ہم کرتے ہیں تو باوجود یکہ سب آئمہ ہدیٰ ہیں۔ لیکن ہم میں سے کون اپنے مذہب کی تصویب و تائید میں کسر اٹھا رکھتا ہے۔ اور حنفی مذہب کو ترجیح دیتے ہوئے شافعی یا مالک یا احمد کے لئے اپنے زعم میں کوئی گنجائش باقی نہیں چھوڑتا ہے۔ اس پر سب ہنسنے لگے۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں میرا تو وہی خیال ہے جو فقہاء کے

کرام نے مسئلہ کے عقیدے کی نسبت لکھا ہے کہ اپنا امام جو مسئلہ بیان کرے اس کی نسبت یہ اعتقاد رکھے صواب یحتمل الخطاء - یعنی جو ہمارے امام نے مسئلہ بیان کیا وہ صحیح اور درست ہے ہاں اس میں خطا کا بھی احتمال ہے اور دوسرے امام نے جو کہا خطاء یحتمل الصواب یعنی) وہ خطا ہے کو اس میں احتمال ثواب کا بھی قائم ہے کیوں کہ معصوم ان میں سے کوئی نہیں ۔ آخر میں مولوی حفظ الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ جمعیتہ العلماء اسلام محض ہماری جمعیتہ کے مقابلہ میں اس کو توڑنے کے لئے قائم کی گئی ہے مناسب ہوگا کہ آپ کم از کم اس کی صدارت بقول نہ فرمائیں علامہ عثمانی نے فرمایا کہ میں نے ابھی صدارت کے بقول و عدم قبول کی نسبت کوئی باضابطہ فیصلہ نہیں کیا ہے لیکن کل کے لئے کچھ نہیں کہہ سکتا کہ کیا کروں گا

(نوٹ) لیکن اس کے بعد علامہ عثمانی نے کل ہند جمعیتہ العلماء اسلام کے ناظم کے تار کے جواب میں باضابطہ صدارت کی منظوری کا تار روانہ فرمادیا ہے فللہ الحمد مرتب)

جب یہ حضرات علامہ عثمانی سے رخصت ہونے لگے ۔ مولانا احمد سعید صاحب نے دریافت فرمایا کہ آپ کو حضور نظام نے حیدر آباد بھی تو بلایا تھا آپ حیدر آباد کب تشریف لے جائیں گے ۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ میں نے حضور نظام کو لکھا ہے کہ ابھی دو تین ماہ تک مجھے یہاں بغرض علاج قیام کرنا ہے ۔ سردی کم ہونے پر اگر اجازت ہو تو حیدر آباد آؤں ۔ اب حضور نظام پر موقوف ہے کہ اگر اس کے باوجود انہوں نے مجھے طلب فرمایا تو مجھ کو بہر حال جانا پڑے گا ۔ اور اگر اجازت دے دی تو ٹھہر جاؤں گا ۔

الحمد للہ اس تحریر کے مرتب کرتے وقت ہی حضور نظام کے چیف سکریٹری کا تار بنام علامہ عثمانی پہونچ گیا کہ آپ کو فروری تک قیام کی اجازت ہے ۔ مرتب)

چلتے چلتے وفد کا منشاء یہ معلوم ہوتا تھا کہ جو تحریرات آپ کی شائع ہو چکی ہیں وہ بیان مسئلہ کے لئے کافی ہیں ۔ اب اگر یکسوئی اختیار کر لی جائے تو کیا بہتر نہ ہوگا ۔ لیکن علامہ عثمانی نے فرمایا کہ جس چیز کو میں حق سمجھتا ہوں ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں میرے لئے سکوت کیسے مناسب ہے ۔

اس کے بعد وفد رخصت ہو گیا ۔ یہ تمام گفتگو نہایت خوشگوار فضا میں ہوئی ۔ کسی موقع پر بھی سخت کلامی پیدا نہ ہوئی ۔ جب یہ تاریخی مجلس برخاست ہونے لگی تو علامہ عثمانی نے اپنے یہاں آنے والے علماء کے احترام میں اتنا فرمایا کہ یہ سلسلہ گفتگو آخری سلسلہ نہیں ہے ۔ پھر جب چاہیں گفتگو کر سکتے ہیں ۔ جانبین کو موقع غور و فکر کا حاصل ہے ۔ اب تک کی صورت حال یہ ہے کہ آپ اپنی جگہ قائم ہیں اور میں اپنی جگہ پر ہوں ۔ اس کے بعد مجلس برخاست ہو گئی ۔ شرعی حیثیت سے مسائل حاضرہ پر جمعیتہ علماء ہند کے وفد کی طرف سے کوئی کلام نہیں ہوا ۔

غالباً یہ حضرات یہ سمجھ کر آئے تھے کہ علامہ عثمانی کی سیاسی معلومات کم ہوں گی تو ہم اپنے بیان کردہ واقعات سے علامہ موصوف کی رائے کو متاثر کر دیں گے ۔ شرعی حیثیت سے گفتگو کو تو مولانا حفظ الرحمٰن صاحب پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ اس پر ہم آپ سے کیا بحث کریں ۔ لیکن اس مکالمہ سے ان غالباً ان پر یہ حقیقت بھی روشن ہو گئی ہوگی کہ علامہ عثمانی کی معلومات شرعیہ جہاں بے پناہ ہیں وہاں سیاسی فراست بھی کچھ اس سے کم نہیں ۔ یہ حقیقت ہے کہ علامہ عثمانی نے مسئلہ پاکستان کو اپنی گفتگو میں اس طرح سے متنقح کیا کہ جو لوگ سیاسی ہیں جب اس مکالمہ کو سنتے ہیں تو وہ خود بھی تنقیح مسئلہ کے اس انداز پر عش عش کرتے ہیں ۔ مرتب)

یہ مکالمہ مصدقہ و مرتبہ علامہ عثمانی ہے

ضروری گذارش

جو مکالمہ اوپر درج ہوا اس میں گفتگو کے سب اجزاء آ گئے۔ کوئی ایک آدھا جز چھوٹ گیا ہو تو جداگانہ بات ہے۔ ترتیب کلام میں تقدیم و تاخیر بھی ممکن ہے کیونکہ جس وقت مکالمہ ہو رہا تھا بروقت منضبط نہیں ہوا۔ لیکن گفتگو کا ملخص اور ضروری لب لباب جہاں تک ممکن تھا لے لیا گیا۔ علامہ عثمانی نے جس طرح گفتگو نقل فرمائی اسی طرح قلمبند کر لی گئی اور مزید احتیاط یہ کی گئی کہ مسودہ صاف کر کے حضرت علامہ کو دکھلا لیا گیا حضرت علامہ نے کہیں کہیں اس میں ترمیم و اصلاح بھی فرمائی۔ لہٰذا یہ مکالمہ اب حضرت علامہ کا مصدقہ مکالمہ ہے جو بغرض افادۂ عوام شائع کیا جا رہا ہے۔ اس مکالمہ سے اہل بصیرت اور مہذب دنیا کو یہ واضح ہو گا کہ اختلافات میں حزم و احتیاط اور عدل و توازن سے کیا لطافت پیدا ہوتی ہے۔ اور کس طرح مسئلہ کے تمام پہلو سامنے آ سکتے ہیں۔ اور بے اعتدالیوں یا بدتہذیبیوں سے اختلافات کس طرح خلاف و شقاق کی نوعیت اختیار کر لیتے ہیں۔ اور یہ کہ ہر دو جماعتوں کا رخ کیا ہے۔ کون اصول کو مقدم کرنا چاہتی ہے اور کون ذاتیات پر اتری ہوئی ہے۔

طاہر احمد القاسمی

سلم پبلک پرنٹنگ پریس دہلی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خواجہ ازہر عباس، فاضل درسِ نظامی
azureabbas@hotmail.com
www.azharabbas.com

لوح محفوظ

ہمارے مفسرین کرام نے قرآن کریم کی تفاسیر بہت محبت اور عقیدت سے تحریر کی ہیں۔ ہر مفسر نے اپنے اپنے دور کی علمی سطح کے مطابق اپنا حصہ ادا کیا ہے۔ ان کی کمزوری یہ تھی کہ اُن کے دور تک انسان کی علمی و ذہنی سطح بلند نہیں ہوئی تھی جو علمی سطح اُس دَور کی تھی، اس کے مطابق انہوں نے تفسیر تحریر کر دی۔ خاص طور پر COSMOLOGY کا علم تو ان کے پاس بہت کم تھا۔ اُنہیں کائنات کی ابتداء اس کا ارتقاء اور اس کے دیگر اجرام فلکی و سماوی کے متعلق بہت کم علم تھا وہ حضرات شق القمر کے معجزہ کے اِس لئے قائل تھے کہ وہ سمجھتے تھے کہ چاند ایک PLATE یا تھالی کے مانند ہے۔ انہیں اس بات کا علم ہی نہیں تھا کہ چاند ایک کُرّہ ہے جو ہمارے ملک سے بھی کئی گُنا بڑا ہے اور اس کا ایک انگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے ہونا ممکن نہیں ہے۔ معجزہ شق القمر کے بارے میں حضرت شیخ الہند کے ترجمہ کے حواشی میں مرقوم ہے ''ہجرت سے پیشتر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں تشریف فرما تھے کُفّار کا مجمع تھا۔ اُنہوں نے آپ سے کوئی نشانی طلب کی۔ آپ نے فرمایا آسمان کی طرف دیکھو ناگاہ چاند پھٹ کے دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا اُن میں سے مغرب کی طرف اور دوسرا مشرق کی طرف چلا گیا۔ بیچ میں پہاڑ حائل تھا۔ جب سب نے خوب اچھی طرح یہ معجزہ دیکھ لیا۔ دونوں ٹکڑے آپس میں مل گئے۔ کفار کہنے لگے کہ محمدؐ نے چاند پر پا ہم پر جادو کر دیا ہے، اس معجزہ کو شق القمر کہتے ہیں''۔ معجزات کی ایک الگ بحث ہے۔ ہمیں اس سے تعرض، قصود نہیں ہے۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ چاند کا ایک ٹکڑا حضور کی ایک بغل سے نکل گیا اور دوسرا ٹکڑا دوسری بغل سے نکل گیا۔ اگر چاندہ کا کوئی ٹکڑا بھی مکہ میں گرتا، تو مکہ کی آبادی کو سخت نقصان پہنچتا۔ دوسری لغزش ہمارے مفسرین کرام سے یہ ہوئی کہ اُنہوں نے اپنی فکر اور سوچ کو رسول اللہ کی طرف منسوب کر دیا۔ اس طرح اُن امور میں غور و فکر کا دروازہ بالکل بند کر دیا۔ جو چیز حضور کی کی طرف منسوب ہو گئی اس کے بارے میں کسی کو بھی کلام کرنے کی گنجائش نہیں رہتی۔ لیکن علوم کی سطح بلند ہونے کے بعد مفسرین کی فکر اور اُن کی

سوچ غلط ثابت ہوئی، تو پھر ان اعتراضات کا رُخ ان روایات کی طرف ہو گیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب تھیں اب بھی ہمارے علمائے کرام کا یہی موقف ہے کہ موجودہ علمی و ذہنی سطح بلند ہو جانے کے باوجود بھی قرآن میں مزید غور و فکر کرنا مناسب نہیں ہے۔

تفسیر معارف القرآن میں تحریر ہے ''چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے اِس امت نے یہ کارنامہ اِس حسن و خوبی سے انجام دیا کہ آج ہم یہ بات بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کی اِس آخری کتاب کے صرف الفاظ ہی محفوظ نہیں ہیں بلکہ اس کی وہ صحیح تفسیر و تشریح بھی محفوظ ہے جو آنحضرتؐ اور آپ کے جان نثار صحابہؓ کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے''۔ اس محفوظ تفسیر میں معجزِ شق القمر کے بارے میں جو کچھ مرقوم ہے وہ آپ نے خود ملاحظہ فرما لیا ہے اور یہی تفسیر حضورؐ کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔

سورۂ بروج میں ارشاد عالی ہے بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ (85:22) ۔ (ترجمہ) کوئی نہیں، یہ قرآن ہے بڑی شان کا لکھا ہوا لوح محفوظ میں (ترجمہ شیخ الہند)۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ لوحِ محفوظ حضرت اسرافیل کی پیشانی پر ہے۔ عبدالرحمٰن بن سلمان فرماتے ہیں کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اور ہوگا وہ سب لوحِ محفوظ میں موجود ہے اور لوح محفوظ حضرت اسرافیل کی دونوں آنکھوں کے سامنے تھے، لیکن جب تک اجازت نہ ملے وہ اسے دیکھ نہیں سکتے (حضرت ابن عباس) فرماتے ہیں کہ یہ لوح سفید موتی کی ہے۔ اِس کا طول آسمان، زمین کے درمیان کے برابر ہے اور اس کی چوڑائی مشرق و مغرب کے برابر ہے اور اس کے دونوں کنارے موتی و یاقوت کے ہیں۔ اس کے دونوں پٹھے سرخ یاقوت کے ہیں۔ اس کا قلم نور ہے۔ اس کا کلام عرش کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس کی اصل فرشتہ کی گود میں ہے''۔ واضح رہے کہ تفسیر ابن کثیر کے مصنف حافظ عماد الدین دمشقی ہیں جن کی وفات 774 ھجری میں آج سے تقریباً سات سو سال پیشتر ہوئی تھی۔ معارف القرآن کے مطابق اس تفسیر میں زیادہ زور تفسیری روایات پر دیا گیا ہے۔ مصنف علیہ الرحمتہ نے جس عہد میں یہ تفسیر تحریر فرمائی، اور اپنی تفسیر میں انہوں نے روایات پر زور دیا ہے، تو ظاہر ہے کہ وہ اسی قسم کی تفسیر تحریر فرما سکتے تھے (جلد 5، ص 472)

موجودہ دَور کی عمدہ ترین تفسیر تدبر قرآن میں مرقوم ہے ''یہ ایک بزرگ و برتر کلام ہے۔ یہ شاعروں یا کاہنوں کے کلام کی طرح کوئی ہوائی چیز نہیں ہے بلکہ یہ خدا کی نازل کردہ وحی ہے اور اِس کا منبع لوح محفوظ ہے جس تک کسی جن و انس کی وسائی نہیں ہے؟۔ اِس تفسیر نے فی لوحٍ محفوظ کا مفہوم یہ لیا ہے کہ قرآن کا منبع لوحِ محفوظ ہے۔

تفسیر ضیاء القرآن میں مرقوم ہے۔ ''یہ ایک ایسی لوح میں مکتوب ہے جو ہر بیرونی دخل اندازی سے قطعاً محفوظ ہے۔ موجودہ دور

کی تفاسیر نے لوح محفوظ کا اسی طرح مفہوم لیا ہے۔

امام راغب نے مفردات میں تحریر فرمایا ہے کہ ''لوح لکڑی وغیرہ کی اِس تختی کو بھی کہتے ہیں جس پر کچھ لکھا جاتا ہے چنانچہ سورہ اعراف میں ارشاد ہے وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةً (7:145)۔ (ترجمہ) اور ہم نے اِس کو تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت لکھ دی۔ قرآن کریم میں ہی فی لوحٍ محفوظ کی وضاحت دوسری جگہ کر دی گئی ہے جہاں اِس کو كِتَابٍ مَكْنُونٍ (56:78)۔ کہا ہے۔ اور ان دونوں جملوں یعنی قرآن مجید فی لوح محفوظ اور کتاب مکنون کی وضاحت اگلی آیت تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ (56:80) سے کر دی گئی ہے۔ یعنی پروردگار کی طرف سے اتارا ہوا۔ قرآنِ کریم میں دس مقامات پر قرآن کو تنزیل کہا ہے تنزیل آہستہ آہستہ اتارنے کو کہتے ہیں۔ حضورؐ کے دورِ سعید میں قرآن کریم جب آہستہ آہستہ نجماً نجماً نازل ہوا تھا تو اس کو مختلف الواح میں تحریر کر دیا جاتا تھا اور اِس طرح یہ قرآن ان الواح میں محفوظ ہوتا چلا گیا۔

تفسیر ضیاءُ القرآن میں رقم ہے ''حضور نے اپنے فاضل اور فن تحریر میں ماہر صحابہ کی ایک جماعت کو قرآن کریم کی کتابت کے لئے متقین فرمایا ہوا تھا۔ جنہیں ''کاتبانِ وحی'' کہا جاتا تھا۔ جب بھی کوئی آیت یا مجموعہ آیات نازل ہوتی تو ارشاد نبوی کے مطابق کاتبانِ وحی اسے ضبطِ تحریر میں لے آتے۔ حضور ہر آیت کے متعلق یہ تصریح فرماتے کہ یہ آیت فلاں سورۃ میں فلاں مقام پر لکھی جائے۔ اِس طرح جوں جوں قرآن نازل ہوتا رہا رسول مکرم کی نگرانی میں حضور کی ہدایات کے مطابق تحریر کیا جاتا رہا۔ لیکن یہ تحریریں کتابی شکل میں مدون نہیں تھیں بلکہ کاغذوں، ہڈی کے ٹکڑوں، کھجور کے چھلکوں، پتھر کی سلوں، وغیرہ اشیاء پر لکھی جاتی رہیں''

معارف القرآن میں ہے ''حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب قرآن کریم کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو آپ کاتب وحی کو یہ بھی ہدایت فرما دیتے تھے کہ اسے فلاں سورۃ میں فلاں فلاں آیت کے بعد لکھا جائے۔ (فتح الباری (18/9) اس زمانہ میں چونکہ عرب میں کاغذ کم یاب تھا اس لئے یہ قرآنی آیات زیادہ تر پتھر کی سلوں، چمڑے کے پارچوں، کھجور کی شاخوں، درخت کے پتوں اور جانوروں کی ہڈیوں پر لکھی جاتی تھیں۔ البتہ کبھی کبھی کاغذ کے ٹکڑے بھی استعمال کئے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ یہ ضابطۂ علم الٰہی جب کاتبین وحی کے ذریعے اپنی مکمل شکل میں اِس کتاب کے اندر آ گیا، تو اس کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لے لی۔ لہٰذا یہ قرآن کریم لوح میں محفوظ ہے۔ اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لے رکھی ہے۔

☆.....☆.....☆

بنجر پاکستان میں' باغبانی اور جنگل کاری

☆ باغبان ایسوسی ایشن کا ماٹو ''قرآن فہمی اور باغبانی'' ہے

☆ 2013ء مری میں باغبانی کی صد سالہ سالگرہ ہے

☆ پاکستان بھر کے باغبانوں' زرعی اداروں' زرعی یونیورسٹیوں اور پورے پاکستان کے محکمہ جنگلات اور محکمہ ماحولیات کے دانشور خواتین وحضرات سے پرزور اپیل کی جاتی ہے کہ وہ 2013ء کو

''بنجر پاکستان میں باغبانی اور جنگل کاری'' کے طور پر منائیں اس سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوں گے۔

☆ بنجر پاکستان آباد ہوگا

☆ بنجر پاکستان میں باغبانی ہوگی

☆ بنجر پاکستان میں جنگل کاری ہوگی

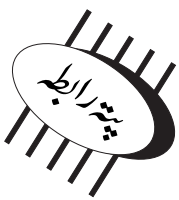
☆ روزگار کے مواقع پیدا ہوں گے

☆ غربت کے خاتمہ میں مدد ملے گی

☆ ماحولیات کے لئے یہ سال بطور خاص اہمیت حاصل کرے گا

☆ جہاں مری کے باغبان اپنی صد سالہ سالگرہ منائیں گے وہاں پورے پاکستان کا ساتھ دیتے ہوئے 2013ء کو باغبانی اور جنگل کاری کے طور پر منائیں گے

☆ 100 سالہ پودہ جات میں مری کا آملہ۔ دیسی انار۔ ناکھ ناشپاتی۔ اخروٹ۔ ہاڑی۔ شہتوت۔ بٹنگی۔ پھگواڑی اور ریٹھا کے پودے شامل ہیں۔ لاہور چڑیا گھر کا برگد کا درخت سو سالہ ہے۔ دیگر معلومات درکار ہیں۔



(1) ملک حنیف وجدانی صدر باغبان ایسوسی ایشن سنبل سیّداں نیو مری

(2) صبینہ یاسمین سینئر نائب صدر باغبان ایسوسی ایشن ٹبی سیّداں سوہاوہ جہلم

(3) تنویر صادق نائب صدر باغبان ایسوسی ایشن میاں چنوں خانیوال

(4) ڈاکٹر حامد حسین نائب صدر باغبان ایسوسی ایشن بلاک C ڈیرہ غازی خان

(5) طارق ایم ملک شعبۂ نشتر واشاعت باغبان ایسوسی ایشن چارہان نیو مری

(6) احمد نواز خان تاحیات ممبر باغبان ایسوسی ایشن گاؤں گھماواں نوانشہر ایبٹ آباد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عبدالغفور محسن (کوئٹہ)

محترم قدیر احمد خان.....مرحوم!

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اُٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لے ساقی

محترم قدیر احمد خان بھی ہم سے جدا ہو گئے۔ ابھی خدا جانے ایسی کون کون شخصیات سے جدائی برداشت کرنا ہے' مرحوم نے یوسف زئی قبیلہ کے ایک معزز خاندان میں' جو لکھنؤ میں آباد تھا' آنکھ کو لی۔ وہیں دورِ شعور میں قدم رکھا۔ تعلیم حاصل کی اور اہل لکھنو کی سی نازک خیالی اور نکتہ سنجی کا سنگھار ساتھ لئے کارگاہ ہستی میں وارد ہوئے اور اُس مخصوص ماحول میں زباندانی' اور خالص ادبی ذوق سے ہم آہنگ ہوئے۔ اسی کے باعث انہیں محفل پر چھا جانے کا فن حاصل ہوا۔ محکمہ ریل سے منسلک ہو گئے۔ تحریک پاکستان کے دنوں میں وہ اس کے سرگرم کارکن رہے۔ یوں ہزاروں خوشگوار تصورات اور خواہشات ساتھ لئے پاکستان چلے آئے اور اپنے کام سے جڑ گئے۔

لاہور سے پاک پتن کی لائن پر ڈیوٹی لگی۔ طلوع اسلام کا نظریہ حیات جو قرآن حکیم کی تعلیمات پر مبنی تھا اُنہیں پوری طرح اپنے حصار میں لے چکا تھا۔ چنانچہ اس ڈیوٹی کے دوران انہوں نے یہ مشن بھی اپنا لیا۔ اور پھر ''ہر چہ باداباد''۔ کہیں سے تعاون کے دو بول سن لیتے تو خوش ہو جاتے' گالیاں سنتے تو طبعیت متغض ہو جاتی لیکن وہ کوئی خاص ردعمل ظاہر نہ کرتے۔ انہیں دنوں اُن کی تبدیلی کوئٹہ ڈویژن میں ہو گئی۔ یہاں بھی وہی شب و روز شروع ہو گئے۔ مشن جاری رہا اور اُس کے ساتھ اہل جبہ و عمامہ کی طرف سے ہنگامہ خیزی بھی چلتی رہی۔

کوئٹہ میں اُن کی تشریفِ آوری سے پہلے ہی ایک بزم طلوع اسلام قائم تھی جس میں محترم حسن عباس مرحوم بطور روح رواں کارفرما تھے۔ خان صاحب کے آنے سے بزم کو اَنکا اور ان کو بزم کا سہارا حاصل ہو گیا۔ سرکاری ڈیوٹی کے دوران جہاں اُن کے پاس محکمہ کی رسید بکیں اور دوسرے کاغذات رکھے رہتے وہیں ایک مخصوص پاکٹ میں طلوع اسلام کے رسائل اور پمفلٹ وغیرہ بھرے رہتے تھے۔ کمپاٹمنٹ کی چیکنگ کے دوان کچھ مزاحیہ فقرے ادھر اُدھر اچھال دیتے اور جس کسی کو دلچسپی لیتے دیکھتے اُسی کے پاس محفل جما لیتے۔ زبان کی چاشنی اور شعر و شاعری سے مرصع گفتگو اہل محفل کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتی۔ اگلا سٹیشن آنے پر یہ محفل بکھر جاتی اور ایک سوچ اپنے ساتھ لئے منتشر ہو جاتی۔ یہ سلسلہ اکثر کامیابی سے چلتا رہا۔

حسن عباس مرحوم اور خان صاحب کی مساعی جمیلہ سے باباجی کو کوئٹہ مدعو کیا گیا اور اِس طرح سب کنونشنوں کی ابتدا ہوئی۔ اور یہ کارواں رواں دواں چلتا رہا۔ لکھنؤ کی نازک خیالی اور تکلفات سے بھرپور زندگی کا نمائندہ کوئٹہ میں خاصی مشکلات سے دوچار رہا۔ کبھی پاؤں غلط پڑ جانے سے کولھے میں فریکچر ہو گیا۔ کبھی فالج نے آن لیا اور کبھی .....ہسپتال میں رہنا پڑا۔ لیکن (جوں ہی طبیعت سنبھلتی سرکاری ڈیوٹی اور طلوع اسلام کی خود اختیاری ڈیوٹی پر آ موجود ہوتے اور یوں گلشن کا کاروبار چلتا رہتا۔ بعد ازاں جب تک کوئٹہ میں

رہے ایک بیساکھی کے سہارے باقاعدگی سے بزم کے ہفتہ وار اجتماعات میں شریک ہو کے رہنمائی کے فرائض انجام دیتے رہے۔ وہ اپنے یوم وفات تک بزم کوئٹہ کے نمائندہ تھے۔

وہ کوئٹہ میں مطمئن زندگی کر رہے تھے کہ اُن کے صاحبزادے تنویر احمد کی تبدیلی کراچی میں ہوگئی اس سے قبل دورانِ ملازمت اُنہیں جو سرکاری کوارٹر ملا ہوا تھا وہی بزم کا مرکز تھا لیکن ریٹائرمنٹ کے بعد کرائے کا مکان ڈھونڈنے میں بڑی مشکل پیش آئی۔ جگہ بدل بدل کر گزارہ کیا جاتا رہا۔ آخر کار وہ اپنے بیٹے کے ساتھ ہی کراچی چلے گئے۔ وہاں سے چھوٹے بیٹے توقیر احمد کے پاس اسلام آباد چلے آئے۔ جب توقیر میاں راولپنڈی شفٹ ہو گئے تو اُن کے ساتھ ہی راولپنڈی میں تادم مرگ مقیم رہے۔ یہیں پہ پہلے اُن کی بیگم مرحومہ نے سفرِ آخرت اختیار کیا اور پھر اُنہوں نے خود بھی داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔

قدیر احمد خان صاحب جنہیں اب مرحوم کہتے ہوئے دل دُکھتا ہے، دُھن کے پکے اور اپنے مشن سے عشق کی حد تک مخلص، ایک عظیم انسان تھے۔ ایسے لوگ کم ہی ملتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں غریقِ رحمت کرے اور اُن کے چاہنے والوں کو صبرِ جمیل عطا فرمائے!

☆.....☆.....☆

ضرورت رشتہ

ایک بیٹی عمر 25 سال، قد 5'-7"، تعلیم ایم ایس سی (English Linguistics) بی ایڈ اور ایم اے انگریزی پارٹ II کی سٹوڈنٹ کے لئے لاہور یا گردونواح سے تعلیم یافتہ قرآنی فکر کے حامل بیٹے کا رشتہ درکار ہے۔

والدین رجوع کریں۔ (0334-7284755, 0333-4517888)

ایک عظیم قرآنی خزانہ

قرآن مجید پر غور و فکر کرنے والوں کے لئے خوشخبری

مفکرِ قرآنِ مجید علامہ پرویزؒ صاحب کی زندگی بھر کی قرآنی بصیرت کو دیکھا اور سنا جا سکتا ہے۔

سی ڈی اور کتب کی خریداری

WWW.TOLUISLAM.COM

☆ اندرون ملک، فون: +92 42 35753666، ای میل: trust@toluislam.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عبداللہ ثانی (پشاور)

.....اور وہ بھی چل بسے

فکرِ قرآنی سے سرشار۔ بحرِ اقبالیات کے غوطہ زن۔ ذَوَاتَآ اَفۡنَانٍ ○ مختلف علوم وفنون سے واقف' علامہ پرویز رحمت اللہ علیہ کے دست راست' طلوع اسلام ٹرسٹ کے بانی ارکان کے رکن' مسکراہٹوں کے امین' عرصہ دراز سے صاحب فراش قدیر احمد خان بالآخر مرحوم ہوگئے۔ اگرچہ کافی عرصہ سے بیمار تھے لیکن ہمیں ہمیشہ یہ احساس رہا کہ فکرِ قرآنی کے علمبردار حیات ہیں اور یہی کافی تھا۔ غالباً ''پرویزؒ کے ساتھ اُن کی وابستگی قبل از تقسیم ہند سے رہی ہے۔ رات کے ساڑھے آٹھ بجے 11 مارچ کو بچے نے کہا۔ ''داجی آپ کا فون ہے'' کوئی صاحب جہلم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ چھڑی تھامی۔ پاؤں گھسیٹتا ہوا۔ ریسیور اُٹھایا۔ ''میں جہلم سے اقبال بول رہا ہوں۔ آپ کو یہ افسوسناک خبر دے رہا ہوں۔ کہ محترم قدیر احمد خان اللہ کو پیارے ہوگئے۔ ''روایتی جملہ لب پر آیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون'' یہ جانکاہ خبر کوئی اور سنا دیتا تو دوسری بات تھی لیکن بحرِ اقبالیات کے غوطہ خور کی وفات حسرت آیات ''اقبال'' کی زبانی سننا بڑا عجیب لگا۔ اُن سے گھر کا پتہ لیا ساتھ ہی فون نمبر لیکن کسی نے شاید فون اس لئے نہیں اٹھایا کہ پورا گھرانہ غم میں ڈوبا تھا۔ آپ جن دنوں پنڈ دادن (راولپنڈی) میں رہائش رکھتے تھے تو کئی بار اُن سے فکرِ قرآنی کے حوالے سے ملاقاتیں ہوتی رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو جس حافظے سے نوازا تھا بہت کم لوگوں میں یہ خصوصیت ہوتی ہے۔ علامہ اقبال علیہ رحمتہ کے فارسی اور اُردو اشعار اُن کو زبانی یاد تھے۔ کئی پوری پوری نظمیں زبانی یاد تھیں۔ قرآن کریم کی کسی بھی آیت کا ترجمہ اقبالؒ کے اشعار میں کرتے تھے۔ ہمیشہ موقعے کی مناسبت سے فارسی یا اُردو کا شعر پڑھنا اُن کو ہی زیب دیتا تھا۔ علامہ پرویزؒ کی کئی کتابوں کے حوالے صفحوں کے ساتھ دینے کا اعزاز انہیں حاصل تھا۔ بیماری اور انتہائی نقاہت کے باوجود طلوع اسلام کی کسی بھی قرآنی تقریب میں شرکت مقصدِ زندگی سمجھتے تھے۔ آپ جن ایام میں کوئٹہ میں تھے تو سخت مخالفت کے باوجود فکرِ قرآنی کو لوگوں تک پہنچانے میں کبھی خوف محسوس نہیں کرتے تھے۔ راقم کی جب بھی اُن سے ملاقات ہوئی اُن کے سرہانے کئی کتابوں کا انبار پڑا رہتا تھا۔ اُن کی جہاں کئی خوبیاں تھیں اُن میں سے ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ کوئی بھی اُن کے نام دو کتابیں بھی بھیجتا تو ایک فوری طور پر کسی پڑھا کو بذریعہ ڈاک بھیج دیتے اور اگر دو سے زائد کتابیں ہوتیں تو اُن میں تمام فکرِ قرآنی سے وابستہ احباب کا حصہ ضرور کرتے۔ اُن کے ذوقِ لطیف کی حِس بھی قابلِ تعریف تھی۔ اور یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ وہ داعی قرآن کریم تھے۔ یہاں ایک گذارش کرتا ہوں کہ جس شخص کو قرآن کریم کے سمجھنے کی قوت عطا ہوا اُس میں ذوقِ لطیف کا پیدا ہونا لازمی امر ہوتا ہے۔ صلہ رحمی خاصہ قرآن ہے۔ ذوقِ لطیف قرآن کریم کی لاکھوں خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے۔ قدیر احمد خان مرحوم مفسرِ قرآن تو نہ تھے لیکن کم بھی نہ تھے۔ ہم اُن کے خاندان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ میرے ساتھ سابق ناظم ادارہ طلوع اسلام اقبال ادریس تشریف رکھتے ہیں۔ اُن کی تعزیت بھی قبول ہو۔ مرحوم کو اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں مقامِ عالی عطا فرمائے۔

خدا رحمت کند ایں بندگان پاک طینت را

☆.....☆.....☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محمد ارشد (لاہور)

نصابِ تعلیم

قوموں کے عروج وزوال میں نصابِ تعلیم بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ جو قوم اپنی اعلیٰ اقدار کی روشنی میں دورِ موجود کے جدید تقاضوں کو مدنظر رکھ کر اپنے نصابِ تعلیم کو ترتیب دیتی ہے اور اس کے مطابق اپنے افراد کی تعلیم وتربیت کا بھی انتظام کرتی ہے وہ قوم ترقی اور عروج حاصل کر لیتی ہے۔ اس کے برعکس جو قوم اپنے نصابِ تعلیم کو زیادہ اہمیت نہیں دیتی اور نہ ہی زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں کو مدنظر رکھتی ہے وہاں کے افراد کی صلاحیتیں برومند نہیں ہوتی تو پھر وہاں کے افراد ایک قوم نہیں بلکہ ایک ہجوم کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور یہ ہجوم آخر کار زوال آشنا ہو جاتا ہے۔

نصاب سے نہ صرف دورِ حاضر کے لوگوں کا تعلق ہوتا ہے بلکہ آئندہ نسلوں کا مستقبل بھی اسی سے وابستہ ہوتا ہے۔ کوئی بھی عقل وفکر رکھنے والی قوم اپنے تعلیمی نصاب سے غافل نہیں رہ سکتی۔ نصاب کی اہمیت کا تذکرہ ماضی میں بھی ہوتا رہا جس کی ایک مثال پیش ہے۔

برصغیر کے ایک نام ور مغلیہ بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر (1658ء تا 1707) ہو گزرے ہیں۔ ان کا ایک کارنامہ تو یہ تھا کہ انہوں نے اس خطے میں تعلیم کو لازمی قرار دیا لیکن وہ نصاب کے حوالے سے اپنے استاد سے نالاں تھے اور اپنے استاد کے سامنے ایک تقریر میں کہتے ہیں:۔

''مولانا آپ نے مجھے صَرف ونحو اور منطق فلسفہ میں الجھائے رکھا حالانکہ آپ کا فرض تھا کہ آپ مجھے اقوامِ عالم کی خصوصیات کے متعلق بتاتے۔ ان کے مالی وسائل، جنگی طاقت، جنگ کے طریقے، آداب، مذہب، سیاست اور طرزِ حکومت سے باخبر رکھتے۔ مجھے تاریخ کے باقاعدہ مطالعہ سے یہ بتاتے کہ سلطنتوں کے آغاز، ارتقاء، عروج وزوال کے کیا اسباب ہوتے ہیں۔ اور وہ کون کون سے واقعات وحوادث اور غلطیاں تھیں جن کی وجہ سے دنیا میں بڑے بڑے انقلاب اور تبدیلیاں رونما ہوئیں تاکہ یہ معلومات کاروبارِ مملکت میں میرے کام آئیں''۔ (بحوالہ اورنگ زیب عالمگیر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی کتاب BA علم التعلیم) اب ایک مثال دورِ حاضر کی پیش ہے:۔

یہ کلاس دوئم کی ایک کتاب ''طلحہ اردو'' ہے۔ اس میں ایک مضمون ہے ''اللہ پر بھروسہ'' جس کا خلاصہ کچھ اس طرح سے ہے۔ ''کہ ایک بادشاہ کسی فقیر کو اشرفیوں سے بھرا ہوا کدو (سبزی) دے دیتا ہے لیکن فقیر کو علم نہیں ہوتا کہ اس میں اشرفیاں ہیں وہ آگے کسی کو بیچ دیتا ہے وہاں سے کوئی اور شخص خرید کر جاتا ہے جب وہ گھر لے جا کر کاٹتا ہے تو اشرفیاں نکل آتی ہیں وہ شخص مالا مال ہو جاتا ہے''۔

یہ کیا ہم اپنی آئندہ نسلوں کے ذہنوں میں ڈال رہے ہیں کہ بیٹھے رہو کدو کے انتظار میں۔

اب ایک مثال یورپ کے نصاب سے پیش ہے۔

یہ BBC کی انگلش Learning کی بنیادی کتاب ہے اس میں ایک سٹوری کچھ اس طرح ہے:۔

ہمارا دین اسلام ہم سے کس قسم کا تقاضا کرتا ہے۔ القرآن سورۃ النجم کی آیت نمبر 39 میں ہے کہ ''انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کے لیے وہ محنت یا جدوجہد کرتا ہے''۔ قرآن کریم تو سائنسی علوم کی بھی بات کرتا ہے۔ کائنات کو تسخیر کرنے کی بات کرتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ النحل کی آیت نمبر 12 میں ہے کہ ''اور اُس نے مسخر کر رکھا ہے تمہارے لیے رات دن کو سورج اور چاند کو اور ستارے بھی مسخر ہیں اس کے حکم سے بے شک اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں''۔

اور بانی پاکستان قائداعظم کا وہ معروف قول بھی یاد کرنا چاہئے جس میں کہتے ہیں کہ ''کام کام اور کام''۔ اب سوچنے کا مقام یہ ہے کہ ہمارا دین اسلام کس طرح کے نصاب تعلیم کا تقاضا کرتا ہے اور ہم کن قصے کہانیوں میں الجھے ہوئے ہیں۔

آخر میں میری ارباب اختیار سے اپیل ہے کہ پاکستان کے تعلیمی نصاب پر نظر ثانی کی جائے۔ اور اس کو قرآن کریم کی روشنی میں دور حاضر کے جدید تقاضوں کو مدنظر رکھ کر ترتیب دیا جائے۔

☆.....☆.....☆

ENJOY YOUR STAY AT

HOTEL PARKWAY (PVT.) LTD.

NEAR RAILWAY STATION LAHORE



ALL COMFORTS AVAILABLE

- T.V. & FAX
- AIR-CONDITIONED
- TELEPHONE EXCHANGE
- CAR PARKING
- LIFT, INTERNET
- EXCELLENT SERVICE

PH:0092-42-36365908-12, FAX: 0092-42-36311923,
E-mail:hotel_parkway@yahoo.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

صوبیدار میجر (ر) محمود الحسن

قلم برداشتہ

جب انسان اپنی زندگی کسی ضابطے کے بغیر بسر کرتا ہے تو رونا' مایوسی' ذلت' آہ وفغاں اُس کا مقدر' دُعائیں اِلتجائیں اُس کی عادت بن جاتی ہے۔ کیا ہم روزانہ اِن عوامل کا مشاہدہ نہیں کرتے ذرا کوئی مصیبت آئے تو ہم آسمان سر پہ اُٹھا لیتے ہیں اُس کا تدارک کرنے کی بجائے گریہ کرتے ہیں اور یہ عادتیں ہمارے خون میں رچ بس گئی ہیں۔

جس معاشرے میں گھر برباد آستانے اور خانقاہیں آباد ہوں اس معاشرے کی ذلت' تباہی بربادی اور مایوسی مقدر بن جاتی ہے۔ قوانین' اصول' ضابطے بے کار' ہر فرد کا اپنا قانون اور اپنا ضابطہ ہوتا ہے۔ اور اسی کی وجہ سے معاشرہ بے ہنگم حیوانی سطح پر زندگی گزارنے کا خوگر ہو جاتا ہے۔ جب کوئی نصیحت کارگر نہ ہو تو قیامت دور نہیں ہوتی جہنم کے شعلوں نے دلوں کو لپیٹ رکھا ہوتا ہے آج حکومت کرنے والے طبقہ سے لے کر عوام کی اکثریت بھکاری بنی ہوئی ہے۔ قرضوں پر گذر اُوقات کرنے والا معاشرہ زندگی کی ہر نعمت سے محروم اور ہر عذاب سے دوچار ہوتا ہے۔ جس قوم کو علم وحکمت وارثت میں ملی ہو اس کی ناقدری کرنے والا معاشرہ جہالت کی گہرائیوں میں غرق ہو جاتا ہے۔ جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں اور جو کچھ ہو رہا ہے وہ خارج سے نہیں ہمارے ہی ہاتھوں کا کیا ہوا ہے۔ ہم نے رب کے فرمان کو فراموش کر کے انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کی نگہداشت کی نتیجہ یہ کہ دھوکہ' جھوٹ' فراڈ' قتل اغواء' گینگ ریپ' بھتہ' ٹھپہ' رشوت' بجلی اور ٹیکس چوری ہمارا قومی نشان بن چکی ہے۔ اعلیٰ عدالتوں سے لے کر دیگر اِداروں تک کرپٹ لوگوں کا دَور دَورہ ہے۔ عدلیہ ہو یا انتظامیہ بے بس نظر آتی ہے۔ جتنے ادارے اُتنے ہی مافیا موجود ہیں۔ یعنی ہر شاخ پہ اُلو بیٹھا ہے۔

الیکشن کا زمانہ قریب ہے قوم کے غم خوار مسیحا کروڑوں روپیہ پارٹی ٹکٹ کا دیکر ہزاروں کی تعداد میں اعلان کرتے پھر رہے ہیں ہم آپ کے مسائل حل کریں گے۔ جہالت اور تاریکی سے مانوس قوم آوے ای آوے کی رٹ لگا گلا کر ہلکان ہو رہی ہے۔

افسوس صد افسوس کہ شاہیں نہ بنا تو
دیکھے نہ تری آنکھ نے قدرت کے اشارے

اگر ہم چاہتے ہیں یہ سب کچھ بدل جائے جو کچھ ہو رہا ہے اس کا علاج بہت آسان ہے ہم وہ عمل چھوڑ دیں جو کر رہے ہیں اور وہ کچھ کریں جس کا خالق نے حکم دیا ہے' کیونکہ خالق اپنی مخلوق کو خوب جانتا ہے انسان کی پہچان اس کے عمل سے ہو گفتار سے نہیں۔ ہم سب گفتار کے غازی ہیں عمل سے بیگانہ۔ حکیم الامت نے فرمایا

وہ مردِ مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو
ہو جس کی رگ و پے میں فقط مستیٔ کردار

دیکھئے قائداعظم جس کے قول میں پختگی سچا کھرا انسان باعمل ایسا جو آج کے 62,63 پر پورا اُترتا ہو۔ جس نے زندگی میں کبھی جھوٹ نہ بولا کبھی کسی کی سفارش نہ کی میں یہ کہتا ہوں اگر قائداعظم نہ ہوتا تو پاکستان بھی دُنیا کے نقشے پر نہ ہوتا۔ اس ایک شخص کے قول و عمل نے قوم کو اکٹھا کیا اور ایک نئی تاریخ مرتب کی جس کی نظیر نہیں ملتی۔ یہ وہی پاکستان ہے جس کے حکمرانوں نے اخلاقیات کی دھجیاں اُڑائیں۔ یاد رکھئے یہ خود کہیں آسمان سے وارد نہیں ہوئے۔ یہ قوم کا انتخاب ہے جنہوں نے کرپٹ لوگوں کے ہاتھوں اس ملک کی باگ ڈور دی۔ خالق کائنات کا فرمان ہے یہ جو عذاب تم بھگت رہے ہو یہ خارج سے پیش نہیں آیا یہ تمہارے ہاتھوں کا کیا دھرا ہے۔ پھر یہ رونا چہ معنی دارد۔

سنو عدل و انصاف کا شور مچانے والو! اور غور کرو ایک موقعہ پر حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر اللہ نے مجھ سے خلافت کے بارے میں پوچھ لیا اگر میں نے بتا دیا کہ میں نے فلاں جگہ سے لیا اور فلاں جگہ پر خرچ کر دیا تو یہ۔ یہ جواب اگر صحیح دے دیا تو خلافت ورنہ ملوکیت ہے۔ جب آپ خلیفہ مقرر ہوئے تو لوگوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا لوگو سن لو میں تم میں خلیفہ کیوں نامزد کیا گیا ہوں اس لئے کہ میں تمہاری دُعائیں خدا تک جانے سے روک دوں اگر تم دُعا کر رہے ہو تو گویا تم میری اللہ سے شکایت کر رہے ہو۔

اور یہاں ہر لیڈر کا اپنا اصول، اپنا ایجنڈا، اپنا منشور نتیجہ 65 سال سے ہم دنیا میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں اور اللہ نے قرآن میں کہا تم ہی غالب رہو گے۔ آج اس زمین پر آسمان کے نیچے دُنیا میں کوئی بھی حکومت ایسی نہیں جس کا ایجنڈا جس کا منشور قرآن ہو اگر اب بھی ہم نے اس مہلت کے وقفہ سے فائدہ نہ اُٹھایا تو ذلت اور رسوائی کے اس جہنم سے ہم کبھی بھی نکل نہیں پائیں گے۔

☆.....☆.....☆

محترم خریداران مجلّہ طلوع اسلام

خصوصی توجہ فرمائیں

انفرادی طور پر مجلّہ کے خریداران سے استدعا ہے کہ ہر ماہ اُن کے ایڈریس پر ملنے والے مجلّہ طلوع اسلام کے لفافہ پر Subscription paid up to..... کے کالم کو ضرور پڑھیں جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ نے کس سال تک سالانہ زرِ شرکت ادا کی ہوئی ہے۔ براہِ کرم واجب الادا رقم ارسال فرما کر اس چراغ کو روشن رکھنے میں تعاون فرمائیے۔ رقوم بذریعہ منی آرڈر یا بنک ڈرافٹ بنام ادارہ طلوع اِسلام بھیجی جا سکتی ہیں۔

بینک اکاؤنٹ کے لئے ضروری وضاحت

1- بینک کا اکاؤنٹ نمبر 3082-7
2- بینک کا نام نیشنل بینک آف پاکستان، مین مارکیٹ برانچ گلبرگ، لاہور (پاکستان)۔
3- نام اکاؤنٹ ادارہ طلوع اسلام

اشتہار قرآنک فاؤنڈیشن

ٹریسنگ پیپر نکلا ہوا ہے

Surah Nooh – Durus-al-Qur'an Parah 29: Chapter 12

By G. A. Parwez

(Translated by: Dr. Mansoor Alam)

Dear Friends! Today is December 23, 1983 and today's lecture begins with chapter Nooh (نُوحٌ) (71:1).

Punishment (عَذَابٌ) or destruction

As I have been constantly reminding you the Quran emphasizes, particularly in its last two parts, the confrontation the Prophet (PBUH) faced all his Prophetic life from his enemies; but the intensity of their opposition especially increased in the last seven-eight years of his life. The style of the Quran is that when the destruction of a people comes, it presents this destruction in the form of catastrophic physical events or in terms of internal chaos within the nation. This is termed عَذَابٌ normally translated as punishment. Since we have been accustomed to religion, whenever we hear the word عَذَابٌ we immediately think that these misfortunates descend from heaven and engulf the people. If we translate عَذَابٌ as destruction then the matter becomes absolutely clear.

The style of the Quran

The Holy Quran frequently describes the history of past nations and their life stories. The Quran is not a book of history but it *does* make this claim: A system of life based on wrong lines is bound to be destroyed ultimately. One form of this is that people within a nation become involved in internal strife and fights and engage in self-destructive behavior and, as a consequence, another nation takes its place. In support of this claim the Quran first presents evidence purely at the intellectual level using knowledge. Then it presents historical evidence from the destruction of past nations which practiced wrong systems of life. In this context, the Quran chooses to present the history of those past nations with which the Arabs of the Prophet's time – the original addressees of its message – were familiar with and knew the history of those nations. They frequently roamed around those ruined towns in their

travels and those past nations' destructions often used to be a topic of their conversation. They used to think that some external calamity came down from the heavens and destroyed them.

The root cause of nations' destructions

In contrast to their thinking, the Quran tells them that you only see the visible signs of destruction but you do not pay attention to the internal reasons for that destruction: their wrong system of life and their rampant crimes. The Quran then says that if your system of life is also standing on false foundation, and if you do not the heed the warning signs of your destruction then you would meet the same fate which those past nations met. *This* is the reason the Quran narrates the stories of the past nations. Although the past nations that were destroyed had many bad things in their system but the Quran focuses on the worst thing that was primarily instrumental in their downfall and was the cause of their destruction. Please look at the main crimes the Quran lists as primary reasons for destruction of past nations: class discrimination; racial discrimination; social, political, and economic inequalities; exploitation; kleptocracy; dictatorship and slavery, etc. This is the way Quran describes the stories of past nations and it starts this process with the story of Prophet Noah (PBUH) whose people were practicing an extreme form of class discrimination, and this was the main crime for their destruction. Landlords, feudal lords, tribal lords, all were exploiting the working class. They considered the working class as despicable and mean, and treated them with contempt. These were the crimes that led to their destruction. This is not the case just with them. We know from our present history that many nations have also been destroyed when these crimes became rampant in their societies.

Now, Koresh, the addressee of the Quran, were also practicing an extreme form of discrimination – that of Brahmanism and Shudra, i.e., high caste and low caste. They were being warned that they will also meet the same fate as those of past nations. Here, in this chapter, the Quran begins the story with the people of Noah (PBUH) as has been discussed earlier.

The crime of the people of Aad

After the people of Noah, the Quran takes up the story of the people of Aad

whose system was based on tyranny and oppression. Pure tyranny and the Law of the jungle prevailed in their society. But there is one point in the story presented by the Quran – which I will take up later in detail – which needs our attention especially. And that point is: Although there was this rampant tyranny and exploitation of the people by those in authority, the people's crime was tolerating all this silently. This is an extremely important point. I will mention in detail on some other occasion the dialog between these two parties in Hell – the ruthless tyrannical leaders and their silent masses. The people, who remained silent during all that tyranny of their leaders, are telling Allah to give these leaders double punishment: once, because of their crimes, and then again for misleading us. But Allah replies that you – the people – will also get double punishment because these leaders derived their power from you, the power of your hands. Wherefrom these leaders got their power anyway? You made them your gods; otherwise they were human beings just like you? My dear friends! Facing tyranny silently is also a crime that leads to destruction of a people.

The crime of the people of Thamud

Next come the people of Thamud. Their economy was based on agriculture and livestock. Big tribal leaders had taken into their possession all the water fountains and pasturelands. They had taken into their ownership these Allah-created resources and did not let poor people's cattle come forward; only the leftover, if at all, was what they could use. This way of grabbing the resources of Allah and exploiting the poor was the main crime of the people of Thamud for which they were destroyed.

The crime of the people of Madyan

Then the Quran describes the people of Midian (مَدْيَنَ) to whom the Prophet Shuyab (PBUH) was sent. Their economy was based on trade. The Quran says that they used to cheat and engage in fraud and unfair trade practices. Well, the same thing happens today. The only difference now is that the terms and the methodologies have become more sophisticated and nuanced compared to the days of the people of Midian. Anyway, the people of Midian never used to deal fairly in their trade. The Quran points this as their main crime of those people that led to their destruction.

The crime of Pharaoh and other crimes

After this comes Pharaoh. What was his crime? He claimed Godhood: اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى — I am your Lord All-Highest! (79:24). He had kept all the sources of sustenance under his control: Whomever he wanted he rewarded; whomever he wanted he punished. This was the main crime of Pharaoh. These are some of the broad categories of crimes of past nations for which they were punished. The Quran describes these crimes again and again. It describes that during the period of Prophet Isa (PBUH) the theocracy of Jewish religious leaders was instrumental in the destruction of that people. In a theocratic system, the ultimate authority rests with religious leaders. These religious leaders arrogate to themselves the interpretation and implementation of Sharia; and whatever they say becomes the law. Nobody can say anything against it. Everybody becomes helpless when theocracy rules in the name of God. This was the crime that led to destruction of Jews. These are the various reasons for punishment of past nations–the reasons for their destruction that the Quran conveys to the Koresh. It tells Koresh to find out which of the crimes described above fits your system and are rampant in your society and then ask yourselves: In the light of the above evidence from past nations, would we be saved?

Reasons for destruction of nations

Now moving past the Koresh let us fast-forward to today. Any nation that practices a system which has any of the criminal elements listed above – and there are many nations today in whose systems many of these crimes are present today – then, is there any way that that nation can be saved? These are not historical narrations but are principles and laws of life and death; these laws are always alive, and will remain alive and applicable for all times to come. In every period, whatever system of life being practiced in a nation may be, if there is any of the above crimes present in that nation then it is destined to die and get destroyed. Nations which heed the warning and reform themselves in time will get a second chance at life. This is the conclusion as derived from the Quranic teaching. My dear friends! The Quran tells that look at your system and test it using this Quranic touchstone–the law of life and death of nations–and then see whether or not any of the criminal elements listed above are present in it. If they are, then, if reform is not

instituted in time, then this nation will be wiped out from the face of the Earth. Allah's law of requital is eternal and unchangeable. Its results are bound to come. *This* is the reason for describing the stories of these past nations.

Nations' crime and story of Noah (PBUH)

Dear friends! In the last chapters we had seen that the Koresh were reminded again and again that their system will not last because it had simultaneously many of the criminal elements–racial discrimination, class discrimination, usury, extreme religious priesthood–from which past nations were destroyed even if one of these crimes was rampant in their society. The Quran provides this historical evidence starting first with the people of Noah (PBUH). It gave details of the people of Noah (PBUH) and the entire chapter is devoted to it. In it the crimes per se are not described in detail as these are given in other chapters.

The style of the Quran

Please look at the style of the Quran. People do not seem to understand why the Quran repeats these stories of past nations at many different places. Please remember that the Quran is not a book written like any other book: First, think what to write in chapter one; then, think what to write in chapter two, and so on and so forth. We know that the Prophet's life was spread over 23 years and at different stages of his life he gave different discourses. So, the message that was delivered over a period of 23 years at different places and at different times is bound to have some repetitions. But these are not exact repetitions. Every time whichever nations' past history is repeated there are always some new elements and some new points worth pondering!

Warnings

Dear friends! Here comes the story of Prophet Noah (PBUH). The Quran says: اِنَّآ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰى قَوۡمِهٖۤ اَنۡ اَنۡذِرۡ قَوۡمَكَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ — BEHOLD. We sent Noah (PBUH) unto his people. [saying:] Warn thy people before grievous suffering befall them! (71:1). The Quran has clearly told that whenever a crime (mentioned before) became rampant in a nation then first a warner was sent to that nation to warn that the result of their wrong system will be destruction; and that if you could reform your system even now then you will be saved.

This, the Quran has called as the law of respite within the law of requital. It is during this period of the respite that the warner comes. (By the way, after Prophet Muhammad (PBUH) no other prophet or messenger is going to come, but the Book of Allah is preserved until the Day of Judgment. So anyone who gives the message of the Quran to the people, then, he has fulfilled the obligation of conveying the teachings of the Quran as Prophet's Ummah.) Now the next verse says: قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ — [And Noah (PBUH)] said: "O my people! I am but a plain warner to you, [sent to tell you] (71:2); not in any confusing language that you cannot understand. I have come to warn you in very clear words of the bad consequences that will follow because of your wrong system.

عِبَادَتِ means Allah's obedience

Therefore, the warning was given: اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِیْعُوْنِ — that adopt the obedience of Allah (71:3). In the Quran all the Prophets said the same thing اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ — to obey Allah (11:50; 61:84). Our traditional translation of this is: Worship God. But all nations worship God.If we know the correct meaning of عِبَادَتِ then everything becomes clear, which is: Obey the laws of Allah, not the laws made byhuman beings. That right only belongs to Allah. That is why every Prophet used to say the same thing: Adopt the obedience of Allah, i.e., obey the laws of Allah. If you translate *this* as the meaning of عِبَادَتِ then the matter becomes clear. According to the Quran to obey the laws of a system designed by human beings is not allowed. Obedience is due only to the laws of Allah.

The meaning of مُتَّقِي

Dear friends! The Quran in the same verse says: وَاتَّقُوْهُ — normally translated as God-conscious or God-fearing. But that does not clarify the real meaning of this term, which is: To be fully cognizant of Allah's laws and be fearful of the consequences of violating His laws. The Quran says that internalize this feeling in your heart that if you keep standing on a wrong foundation then you will get ruined. Therefore, observe these laws faithfully and be fearful of the bad consequences of transgressing these laws. Then the Quran says: وَاَطِیْعُوْنِ — and obey Me. Dear friends! The Quran has its system in just two words! اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ — that obey Allah. But Allah is an abstract entity.He not

only cannot be felt but He is beyond human thought and comprehension. He never comes in front; neither talks to anyone nor can anyone hear Him. So, the question is: How do we fulfill His obedience then? As we have seen, His obedience means obedience to His laws. But there should be a live authority that will enforce these laws. The practical way of obeying Allah then becomes: obeying the authority established in the name of Allah means obeying Allah because this authority is nothing but an agency to enforce Allah's laws.

Dear friends! This authority is there only to make people obey the laws of Allah. However, this obedience cannot be done individually but it occurs under a system. In this system the sovereignty belongs to Allah's laws. Thus the Quran in few words has presented the entire Islamic system: اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ — that you should obey God [alone] and be conscious of Him. Now do pay heed unto me (71:3).

Obedience of Allah means obedience to Allah's laws

Dear friends! The Quran is a strange Book; it carries humans into a rapturous state! It says that, in a system, if the obedience is not to the laws of Allah (as laid out in the Quran) then it is not an Islamic system. If, in a system, one thinks that people can do this obedience on their own, in their own way, then they are mistaken; that system is not Islamic. If an authority or any other entity forces people to obey its laws then that would be Shirk. The obedience to the laws of Allah will happen only through a central authority based on the Quran. The Quran requires a live central authority to establish its Islamic system. That is why it says: سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا — we have listened and we will obey. Now, it is clear that listening will only happen when there is someone to listen to. If it was just a matter of obeying a book, then there was no need of a system and there was no need of sending Prophets. The book could have been directly inscribed on a stone or an already completely written book sent down from the heavens; but this would not have been enough. The Prophet receives the revelation for Allah. Then, the next step is his duty to establish a society based on that revelation. This requires that we first create an Ummah of people reformed and transformed by that message who are worthy of establishing that system; and through that system then the obedience to the laws of Allah is to be carried out. Only then, this would be called the Islamic

system. If this live authority is not there then it is not Deen, it is religion. If this authority is demanding obedience to *its* laws then it is Shirk. The obedience to the laws of Allah is through a live authority that does not enforce its own laws but enforces only Allah's laws – then only this is: اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ (71:3). Otherwise, it is not.

The messenger as an authority

The Quran said that this is the messenger from Allah. He has established the system based on the revelation from Allah. So, obey him. Do not think that this system is finished after him and then you are free to return to the period of Jahiliyah, i.e., your previous system. This is not the matter. This system has to continue after the Prophet (PBUH). When that system continued after the Prophet (PBUH) – even though it was for a short period – it was Islamic. But after this when the *Malukiah* (مُلُوْكِيَّةً) came, i.e., rule of human beings, whatever its form, then it was no longer the obedience of Allah that people were doing; but they were doing the obedience of those in power and authority. When this happened the Islamic system was finished. And then Allah's obedience was turned into Allah's worship and the real obedience was done to kings, caliphs, and sultans. Those days the obedience was done to one individual. Today, the obedience is done to multiple entities under the cover of Western style democracy. But the reality is that it is a rule of humans over humans. Allah told: اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ — that obey Allah; وَاَطِيْعُوْنِ — and practically way to obey Him is through the system that is established on the basis of His revelation. If you do this: يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ — then the Almighty will protect you from the damaging consequences of your previous minor slips and failings because this is built into the law of Allah. This is His mercy: وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى — He grants you respite and does not hold you accountable right away when you commit a wrong (71:4).

The period of respite is Allah's blessing

Dear friends! The opportunity Allah gives to reform is called the period of respite. He wants people to reform themselves (and the system) by warning them repeatedly. This is what is meant by postponing the final outcome; not that Allah postpones this event because He is busy with something else and then He will come back to it later. This is not the matter. The period of respite is

a great mercy. But when the final event does arrive it cannot be changed even a second: اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ — but, behold, when the term appointed by God does come, it can never be put back - if you but knew it! Allah says that when death is front of you then repentance (*Tauba*) is not accepted; because the respite is meant for reform and when there is no time for form then repentance is meaningless. Then that nation cannot be saved.

Prophet Noah (PBUH)'s request

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا (71:5) ; فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا (71:6) — [And after a time, Noah (PBUH)] said: "O my Sustainer! Verily, I have been calling unto my people night and day but my call has only caused them to flee farther and farther away. Prophet Noah (PBUH) is pleading with Allah that I have tried all my best; I did my utmost that these people could be saved. The messengers of Allah carry great sympathy for humanity in their hearts. People make fun of them; call them names; throw taunt at them; and attach derogatory labels to them. But they bear all this with patience, fortitude and forbearance; and they diligently keep on carrying out the duties and responsibilities assigned to them by Allah to transform people's humanity and reform human societies. At the same time they continue to remind their audiences that: مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ — I do not ask any reward from you for this (25:57). How sympathetic is the messenger?! Anyway Noah (PBUH) told that I have left no stone unturned that somehow these people could be reformed. فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا — but my call has only caused them to flee farther and farther away (71:6).

وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا — And behold, whenever I called unto them with a view to Thy granting them forgiveness, they put their fingers into their ears, and wrapped themselves up in their garments [of sin]; and grew obstinate, and became [yet more] arrogant in their false pride (71:7).

The meaning of ثِيَابَ

Dear friends! One mindset is not to listen at all to what is being said. The other is to listen but in a hypocritical way. Now, the Quran says: وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ — they wrap themselves in garments. But ثِيَابَ does not just mean garment but it also means human personality, and especially dual personality. Its modern translation is hypocrisy. Noah (PBUH) says that, in the first place they do not

listen to me; but, if they do listen then they do it in a hypocritical way. Outwardly, they say we have listened; we have understood; we will follow as you say. But they do not believe it sincerely in their hearts; and do not practice what they say. Instead, they continue to follow their past practice and they become even more adamant about it. — ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ; ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا And behold I called unto them openly; and, behold I preached to them in public; and I spoke to them secretly, In private (71:8-9). يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا; — فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا and I said: Ask your Sustainer to forgive you your sins - for, verily, He is all-forgiving! He will shower upon you heavenly blessings abundant (71:10-11). Dear friends! Here is مَغْفِرَة: Noah (PBUH) said to his people that whatever bad deeds you have done before; it is no problem, they will be forgiven; that you will be given the wherewithal for your protection from them. Therefore, it will be possible to outweigh the deficiencies of your past bad deeds by the weight of your good deeds. Noah (PBUH) said to his people that this is a favor that will come to you from Allah if you do good deeds now.

Dear friends! It seems they were irrigating their lands with well water manually. They did not have an irrigation system. Noah (PBUH) told them, that first, Allah will send sufficient quantity of rain for your fields. And He will increase your wealth and enlarge your tribe:

(71:12) — وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا and will aid you with worldly goods and children, and will bestow upon you gardens, and bestow upon you running waters. Those days increase in family size used to be a strength for a tribe just as voter majority of a group becomes its political strength now. Noah (PBUH) told them if you change, and improve your system, then you will prosper. You will have orchards; and rivers and canals for irrigating your fields and orchards.

Quran's theory of evolution

The Quran then says: — مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ; وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا What is amiss with you that you cannot look forward to God's majesty, seeing that He has created [every one of] you in successive stages? (71:13-14). Dear friends! Here is something worth pondering. First, human creation has reached this point after going through several different stages of evolution. Every next step has

within itself more balance and higher state. If there is a state of instability and feeling of anxiety in a state – like the shaking and instability of a ship in ocean – then this will not lead to a healthy next stage. Also, something may be stable but if it remains in the same state and does not advance then after a while it dies. The Quran says that the law of evolution is that a thing stays for a while in a stage and gathers enough strength that it is able to advance to the next higher stage and remains itself in that stage again for a while and then moves to the next stage. The literal meaning of the words in the verse is that previous stage hands it over to the next stage as a trust. And, thus life proceeds further on its forward journey. The Quran says to the common people that this would be the case for you here. At this time you are in a low and weak state now, but Allah will make you stronger so that you will be able to advance to a higher level of stage. What did it tell about the higher level? It said وَقَارًا: You will lead a life of dignity; your anxiety will disappear; there will be no fear or unsteadiness in your life. You will become steadfast and very well established. You will live a dignified life. Dear friends! It is great thing to have well established, respectful and dignified life.

The meaning of the word وَقَار and the example of planets

Dear friends! The original meaning of وَقَار has changed in our society now. The root meaning of وَقَار is: disappearance of anxiety, and absence of shakiness and worry. It means to become peaceful, steadfast, and established. Please remember! Being peaceful does not mean being static. Being static is absence of movement. وَقَار is a state where there is effort; where there is movement but without any wavering or uncertainty; and where there is no instability. To describe this kind of life the Quran uses amazing metaphors! Please ponder that if humans lived a life based on Quanic values, and its laws and its principle then their life would have so much stability; it would be well established and be balanced. The Quran compares this kind of life with planets: اَلَمۡ تَرَوۡا کَیۡفَ خَلَقَ اللّٰہُ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا — Do you not see how God has created planets in full harmony with one another? (71:15). Look at them how fast they are moving but there is not a moment of slip and misstep among them. They are in perfect synch and balance. Dear friends! What a beautiful and amazing example the Quran has given – a nation based on the Quranic

values is always in movement and at the same time it remains stable and well established; a nation without worry and without internal conflict. This is great metaphor given by the Quran. Then the Quran says: وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ــ And He has set up within them the moon as a light [reflected] and set up the sun as a [radiant] lamp? (71:16). Dear friends! I will explain at some other time how scientists are providing the proof that Sun's light is its own but the moon's light is not its own but reflected light of the Sun; as if it is a borrowed light of the Sun. The Quran said this in seventh century when human beings did not have any clue about it!

The Quran has used the word ضِيَاءً (Diya) for Sunlight which means: its own light, to glow by its own generated light like a lamp or candle. The Quran uses the word نُورً (Noor) for the moonlight which means to reflect light generated by another source. Please ask Maurice Bucaille who has written several books on the Quran. He has written that he becomes rapturous when he comes to these two words. He asks the scientists of the world: Please ponder for God's sake! How could an illiterate Arab distinguish this fact 1500 years ago?!

The moon "begs Sun" for its light

Maurice Bucaille says while being completely astonished: The reality at which we have arrived leads us to question: Is the Quran product of human thought? And he answers: No, absolutely not. After this he says that how strange is this that the Quran always uses the word نُورً (Noor) for moon which means borrowed light; and words ضِيَاءً (Diya) or سِرَاجً (Siraj) for Sun, both of which mean own light. The Quran, in other places, says that Sun has its own light but the moon keeps going around the Sun begging for its light as if saying to the Sun, "please give me some light in the name of God!"

The example of tree in connection with evolution

Dear friends! The Quran always asks us to stop and ponder. As if it holds our hands and tellsus at every step: Stop and ponder at what I am saying. Here, the next verse says: وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ــ And God has caused you to grow out of the earth in [gradual] growth; and thereafter He will return you to it [in death] (71:17). Look at this! The Quran is giving example of planets and trees

for leading our human life with dignity and steadfastness. The tree stands steadfast at one place but there is its upward movement of life. It starts from a tiny seed; then it produces a very weak shoot; and then after sometime it becomes a very strong and tall tree. It happens slowly but steadily such that one is amazed by its growth and development while the tree remains firm and well established in its place. This is exactly what a life of وَقَار means as we have seen earlier! And this is exactly how the personality of human beings needs to grow and develop and become strong while remaining firmly grounded in the Quranic principles and laws. The Quran says that that is how humans have been created and that is how they should lead their lives. And then the Quran says: ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا — and [then] He will bring you forth [from It] in resurrection (71:18). Human life is not only the life of this world. It is not only the material life. Now, here, there becomes a difference between the life of a tree and the life of a human. After a while the tree becomes rotten, it becomes weak, falls down, and is dead. Its wood is used as fire or for other things. Human life is not like this. He grows and develops in this life and then the next life comes along after that. This is how he moves forward.

The example of planet Earth

(71:19-20) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ; لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا — And God has made the earth a wide expanse for you, so that you might walk thereon on spacious paths. Please ponder that what Allah has done for you. The Earth, despite being round, feels flat to you and he has created gravity so you remain firm and do not fall off from it. It is such a huge big round object that we do not notice its roundness and we cannot figure out its edges. We can go around the Earth without noticing where it begins and where it ends. The Quran says that if this were not the case, you could not live on it. Also, Allah has created various paths for you to travel so that you can walk freely on its surface. All this Allah created for humans! But are humans grateful?

Well, after all this, Noah (PBUH) said to Allah that I have used examples like these to explain to the people but they are not listening: قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا — And Noah (PBUH) continued: "O my Sustainer! Behold, they have opposed me [throughout], for they follow people whose wealth and children lead them increasingly into ruin (71:21). O

my Sustainer! I have done my best to reform them but they do not listen to me. They just are too fixated on having wealth, having large families, but they do not pay attention to what they are being told although their wealth will not do them any good in the long term. And they plot against me: (71:22) وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ــ and who have devised a most awesome blasphemy [against Thee]. (71:23) وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ــ inasmuch as they said [to their followers], 'Do not ever abandon your gods: abandon neither Wadd nor Suwa', and neither Yaghuth nor Ya'uq nor Nasr! These were the names of their idol deities who were being worshipped by those people. Noah (PBUH) complained to Allah that these people are saying: We will not believe in one God; we will keep believing in our idols and will not abandon them. This, in spite of my tireless efforts to bring them to the true path.

The reason for believing in idols

Do you know what the biggest roadblock in not believing in idols is? Because these idols cannot reply: to what one is saying to them; to what one is doing in his life; and how one is leading one's life. On the other hand, they do not believe in Allah because Heasks them at every step: Do this, and do not do that. Why should they believe in such a God then? Why not believe in gods who are silent statues made of mud or stone? Whatever one wants one can keep saying to them, and no reply comes back from these gods. Obviously, they want such gods.So, Noah (PBUH) pleaded: (71:24) وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ــ And so they have led many a one astray: hence, ordain Thou that these evildoers stray but farther and farther away! They themselves are misguided and have misguided many others. They have double crimes. They are continuing to increase in their arrogance and transgressions.

Dear friends! There is a kind of momentum to this thing. In the beginning it takes some effort to move something. But once it starts moving it takes very little effort to move it further. This is the case with misguidance. Initially, one starts by using some force but then it spreads like fire. When the car is started first it uses lot of external current but once it starts it keeps going and, in fact, the car starts producing its own electricity. This is how wrong systems go down the pit of hell.

The example of rolling down a mountain

Dear friends! The wrong system is like rolling down a mountain. First, its speed is slow. But as it moves further the speed keeps increasing. The Quran has given the example of an object rolling down a peak. A wrong system also starts slowly but then it starts getting worse with its own internal force until it falls down in the pit of hell. The Quran says that their (Noah's people's) situation was such that the internal force of their wrong system was leading them faster and faster into the bottom of hell.

Now, the question: Why was this happening to them? The Quran says: (71:25) مِمَّا خَطِيٰٓـٰٔتِهِمْ أُغْرِقُوْا — And so, because of their wrong deeds, they were drowned. Here the Quran did not give details but it has given details at other places that they were drowned in the great flood. I will describe at some other place that whatever destructions came to the people in the stories of all the Prophets in which the Prophets and their band of followers were saved and the rest were destroyed, there was nothing supernatural in all of this. It did not happen that there was a separate arrangement for saving the Prophets (and their followers) from the rest, or there was some special protection that was sent down from the heavens for the Prophets and his followers which was not available to the rest of the population. That was not the case. Many of the Prophets could envision the destruction that was about to come and so they left that place. In connection with Noah (PBUH) the Quran says that the flood was going to come. Noah (PBUH) told his people about the oncoming flood. And he started asking how to survive the flood. Allah told him: Build a boat. Just ponder my dear friends! What was difficulty for Allah to transport Noah (PBUH) and his followers–after all they were small in number anyway–to some other place? But this would not have been an example for us. If a flood was coming then people wouldn't know what to do. This is the first flood. The first prophet is being told to build a boat according to Allah's revelation. It seems the situation was such those days that humans did not yet know how to build a boast. This is the reason Noah (PBUH) was told to build a boat through revelation. Dear friends! Do you see that revelation came to help build a boat? And, further, Allah says that build it under my supervision. But the point to note is that there was no supernatural phenomenon working here

for safety from the flood. Building a boat was the only way to be safe. Today also destructions will come from wrong systems, but similar means have to be adopted in order to be saved from these destructions.

The Quran says that they were drowned because they committed wrong: مِمَّا خَطِيٰٓـٰٔتِهِمْ (71:25). They had indulged in wrong behavior. Noah (PBUH) was building the boat and the powerful tribal leaders could have asked him what was he building; why was he doing it; and what was the benefit of it? But they were intoxicated with power. If they could have thought and pondered about it then they could have also built a boat. But they were too self-absorbed with power.

Human abilities get suppressed by intoxication to power

Dear friends! Quran tells that this, the power of intoxication, is a very dangerous thing. Humans lose their abilities to think under its influence; they lose even their consciousness. Now let us look at this picture! They saw Noah (PBUH) building the boat and they used to make fun of him. They used to wonder: What is he doing? They thought he is wasting his time; that he has lost his mind! They laughed at him. But it was Noah (PBUH) and his followers who had the final laugh! Noah (PBUH) and his followers were saved and all those laughing and mocking at him were drowned. They were drowned because their attitude had deteriorated to such an extent that they had lost their ability to reason and to judge things properly. The power of intoxication completely overwhelms those indulged with intoxication of power. Those not afflicted with this disease wonder in amazement as to what has happened to these people who cannot understand a simple thing of commonsense! Dear friends! Opponents of Noah (PBUH) behaved like this–they could not even understand this simple thing.

Prophet Shuyab's people said the same thing: O Shuyab! You are telling us that we should maintain trust and honesty in conducting our business? But this does not make sense to us. Well, Shuyab was from among them; he was speaking their language. So, saying that we cannot understand him reflect their depraved mental attitude. In fact, the elites, wealthy, and powerful who "fly high" can rarely understand the language of those living at the

bottom. Here, in the story of the Noah (PBUH), the Quran says that his people were drowned because of their transgressions and bad deeds. So: فَأُدْخِلُوا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوا لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْصَارًا — they were doomed to suffer the fire [of the hereafter]; and they found none who could succor them against God (71:25).Our conception is that these things will happen in the Hereafter. Dear friends! The Hell of the Hereafter is there at its place. It is separate from what is being described here. But this hell, this punishment, is here, in this world. Here it says that no one was there to save them except Allah. And the method that Allah had suggested, they had ridiculed and had laughed it off. So, when the situation had gone to this length, then nothing can be saved. You can guess now to what low point of pit these people had descended. A sympathetic heart, as we saw before, had tried his best to reform them but they did not take even a single step towards it. The entire nation had transgressed so far in their hubris and they had advanced so much in their criminal behavior that it became necessary to save others from them. Keeping this in mind Noah (PBUH) prayed: وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا — And Noah (PBUH) prayed: "O my Sustainer! Leave not on earth any of those who deny the truth (71:26). They have transgressed so far that do not exempt anyone from your punishment, thus pleaded Noah (PBUH) to his Lord. The situation must have reached such a point that a sympathetic heart like Prophet Noah (PBUH) was forced to make such a plea. After all Noah (PBUH) was a Prophet. He tried and tried and waited and waited but they wouldn't listen. Further details are described next. But another point needs some elaboration here. So, let me explain.

Even if you have to leave someone, leave in a comely way

It was told to Prophet Muhammad (PBUH): وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا — and avoid them with a comely avoidance (73:10). There is no hope of any reform in them. The reality is that they have lost the ability to be saved. Therefore, avoid them. Do not waste time on them. Instead, use that time in some constructive work. Leave them and go to Medina. But when you leave, adopt comely manner. Not just when you make friendship you should be comely. But you should be comely even when you separate. Look at wisdom of the Quran? Leave in a comely manner!

Now let us come to the point that I mentioned previously, that is, even if you leave them, continue to give them the message of the Quran. It should not be the case that if there is any chance of someone among them being saved, then he is destroyed because the message of the Quran did not reach him. Leave them in comely manner but continue to give them the message of the Quran: This way the Prophet's empathy and God's kindness both remain in place. We cannot use the words "feeling sad" for God but what words do we have anyway for expressing sadness when humans receive punishment due to their bad deeds?–In the last stage they are going to Hell, but, even then, Allah, as if with deep sadness, says: O my servants! What did you do to yourselves?!Thus it is not the revenge of some tyrant that derives pleasure by punishing others. Allah is saying this with feeling of sadness. Anyway, Allah told the Prophet (PBUH) that there is no hope for reform in these people so leave them; but continue to give them the message of the Quran.

Now getting back to the verse where Noah (PBUH) is asking Allah not to leave any that denies the truth. The next verse is: ۔اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا for behold, If Thou dost leave them, they will [always try to] lead astray those who obey Thee, and will give birth to nothing but wickedness and stubborn ingratitude (71:27).Noah (PBUH) said that I believe they have descended to such a level that if anyone remains alive then such a one would corrupt others and will spread mischief. The second thing is that if they remained deviated and busy in sin and impiety then their offspring will be like them. So, terminate them completely so that humankind may move forward with the offspring of righteous and pious people. This is an extremely important point that is being said here, my dear friends!

Noah (PBUH) said: ۔رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا O my Sustainer! Grant your protection unto me and unto my parents, and unto everyone who enters my house as a Momin–not that you should protect everyone who came to my house. Since Noah's son was not a Momin, he remained excluded from this protection. Thus did Noah(PBUH) pleaded to Allah: Protect only those who come to my house with Iman–that is, those with full conviction in your message. Please protect all believing men and believing women [of later times]. And I know that this destruction will continue

to increase in its intensity until these tyrants and evil doers are completely finished.

An announcement

Dear friends! Surah Nooh is finished today. The next lecture is extremely important. If you remember, I often say that those who do not remember their real benefactors then these types of leaders stop being born among them. In our times, there are three such leaders in my opinion. They are: 1) Sir Syed Ahmad Khan; 2) Dr. Muhammad Iqbal; and 3) Quaid-i-Azam Muhammad Ali Jinnah. This is a great favor on us, on Muslims of Indian subcontinent, but especially on Millat-e-Pakistaniah. Normally 25th December is celebrated as Quaid-e-Azam's birthday. I take this opportunity to present a special lecture on this occasion–but I do it on a Friday as it happens to be the day I give my weekly lecture on the Quran. This year it will be on December 30, and the title of this special lecture is: "Those at the helm were never part of its journey." Those who had vehemently opposed Pakistan, now essentially own Pakistan. I was part of Pakistan movement. You may say that I was fortunate enough to be part of Pakistan movement. So, by analyzing that history, I will present the case: that those who strongly opposed Pakistan movement; that those who opposed Quaid-i-Azam and Iqbal; they now portray themselves to the people as if they were its greatest supporters. All these religious leaders and religious scholars, all these prominent political leaders; all of them had opposed Pakistan. In this special lecture I will show how these leaders opposed the demand for Pakistan and Pakistan movement; and then after coming to Pakistan how they started demanding that political power and authority should be given to them. How true that "Those at the helm were never part of its journey." As I announce this to you please also take a printed card about this event and give it others.

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

O our Sustainer! Accept our humble efforts because you are fully aware of what we speak and what is hidden in our hearts. (2:127)

☆.....☆.....☆